"قوموں کی اصلاح نوجوانوں کی اصلاح کے بغیر نہیں ہو سکتی"
المصلح الموعودؓ

مُدیر
منیر احمد جاوید

اپریل سنہ ۱۹۸۴ء

ماہنامہ ربوہ

خالد

غانین طالبِ علم مکرم الحسن بشیر صاحب اپنے آقا سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ الودود کے ساتھ

سیدنا حضرت مصلح موعودؓ کا ایک غیر مطبوعہ خطاب — اندر ملاحظہ فرمائیں

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم

فَاسْتَبِقُوا الْخَیْرٰتِ

مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ ربوہ

خالد

فہرست

شہادت ۱۳۶۳ھش

اپریل ۱۹۸۴ء

جلد ۳۱ —— شمارہ ۶

مُدیر :- منیر احمد جاوید

نائب مُدیر :- عبد السمیع خاں

معاونین :- محمود احمد شاد ۔ فضیل عیاض احمد

قیمت سالانہ : ۲۵ روپے

〃 ماہانہ : ۲ روپے ۵۰ پیسے

پبلشر :- مبارک احمد خالد پرنٹر :- سیّد عبدالحی مطبع :- ضیاء الاسلام پریس ربوہ

مقامِ اشاعت :- دفتر ماہنامہ خالد دارالصدر جنوبی ربوہ رجسٹرڈ نمبر ایل :- ۵۸۳۰

کتابت :- حمید الدین ۔ ناصر آباد ۔ ربوہ

اداریہ

اللہ والوں کے رنگ نرالے اور ادائیں جُداگانہ ہوتی ہیں۔ تائیداتِ سماویہ سے بہرہ مند ان وجودوں کو خدا پر کامل توکل ہوتا ہے۔ ان کی طرف بڑھنے والا ہر ہاتھ کاٹ دیا جاتا ہے۔ ان کی طرف اُٹھنے والی ہر نگاہ پھوڑ دی جاتی ہے اور ان کے خلاف اُٹھنے والی ہر آواز دبا دی جاتی ہے۔ وہ تو طوفانی سمندر کے بیچوں بیچ کھڑی ایسی چٹان کی مانند ہوتے ہیں جس سے ٹکرا کر ہر لہر پاش پاش ہو جاتی ہے۔ وہ ہر طوفان کا رُخ پلٹ کر زمانہ کی رُت بدل دیا کرتے ہیں۔ وہ مردِ میدان ہوتے ہیں اور خدا کے ایسے شیر ہوتے ہیں کہ کوئی اُن پر ہاتھ ڈال کر تو دیکھے؟ ان کو بلندیوں پر چڑھانے کے مدعی خود پاتال میں جا گرتے ہیں۔ ان کے ہاتھوں کو شل کرنے کی سعی کرنے والوں کے اپنے ہاتھ شل کئے جاتے ہیں۔ ان کے ہاتھوں میں کاسۂ گدائی تھمانے کے خواہش مند رحم کی اپیلیں تھامے دربدر کی ٹھوکریں کھاتے پھرتے ہیں۔ ان کو دار و رسن کی آزمائشوں میں مبتلا کرنے والے خود دار پر کھینچ دیئے جاتے ہیں اور ان کے قتل کے منصوبے بنانے والے خود اپنے ہی جگر گوشوں کے ہاتھوں پیوندِ خاک ہو جایا کرتے ہیں۔

اگر ہم اِس موڑ پر رُک کر ذرا تاریخ کے جھروکوں سے دیکھیں تو ہمیں ازل سے لیکر آج تک یہی تاریخ ہر صفحہ و ہر سطر پر رقم نظر آئے گی کہ آتشِ نمرود سرد ہوئی تو کس کی تائید سے۔ نوحؑ، ہودؑ، صالحؑ، شعیبؑ اور موسیٰؑ کے مخالفین قعرِ مذلت میں گرائے گئے تو کس کی مدد و نصرت سے۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ میدانِ بدر میں حضرت اقدس محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے مخالفین خاک و خون میں لوٹے اور قلیبِ بدر میں پھینکے گئے تو کیا اُن ۳۱۳ کے ذریعہ جو مُسلح بھی نہ تھے۔ نہیں نہیں! ہرگز نہیں!! بلکہ ہر زمانہ میں یہ فتوحات خدا کی اُن تائیدات کی بدولت اللہ والوں کو نصیب ہوئیں جو ہر لمحہ و ہر آن آسمان سے بارش کے قطروں کی مانند اللہ کے ان پیاروں پر نازل ہوتی رہیں۔

اِس پس منظر میں اِک دیدۂ عبرت نگاہ چاہیئے اور صرف اِک گوشِ نصیحت نیوش کی ضرورت ہے کہ آج بھی ایک مردِ حق آشنا اُسی پیغام کو لے کر دُنیا میں ظاہر ہوُا ہے جس کے ساتھ خدا کے ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء مبعوث ہو چکے تا ایسا نہ ہو کہ اُس کو نہ ماننے کے نتیجہ میں آج کی دُنیا خدا کی نظروں سے ہمیشہ ہمیش کے لئے دھتکار دی جائے۔

خدائے بزرگ و برتر سے ہم امید رکھتے ہیں کہ اب وہ دن دُور نہیں رہے جب یہ صدائے فقیرانہ چہار دانگِ عالم میں پھیل کر دُنیا کو اُمتِ واحدہ بنانے کے الٰہی منصوبہ کی تکمیل کر دے گی۔ لیکن

اے غلامانِ مسیح الزماںؑ! اِس مقصد کو پانے کے لئے خدا کے حضور بکثرت گریہ وزاری کرنے کی ضرورت ہے تا وہ لوگ جو آج اپنے مالک کو پہچاننے اور اس کے موعود کی آواز پر کان دھرنے سے محروم ہیں وہ ہماری دعاؤں کے طفیل اس تباہی سے محفوظ ہو جائیں جو ہر پہلو سے ان کی طرف دوڑی چلی آ رہی ہے اور جس سے دُنیا کا کوئی بھی خطہ امن میں نہیں۔ پس ہاتھ اُٹھاؤ اور دعائیں کرو کہ دُنیا اپنے خالق کی عبودیت اور وجہِ تخلیقِ کائنات محمدِ عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری کا جوا اپنی گردن پر ڈال کر اُن ہلاکتوں سے بچ جائے جو آج اس کے سر پر منڈلا رہی ہیں۔

علم و عمل

۔ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا کَثِیْرًا مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا یَغْتَبْ بَّعْضُکُمْ بَعْضًا اَیُحِبُّ اَحَدُکُمْ اَنْ یَّاْکُلَ لَحْمَ اَخِیْهِ مَیْتًا فَکَرِهْتُمُوْهُ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِیْمٌ ؁ (سورۃ الحجرات : ۱۳)

اے ایمان والو! بہت سے گمانوں سے بچتے رہا کرو کیونکہ بعض گمان گناہ بن جاتے ہیں اور تجسس سے کام نہ لیا کرو، اور تم میں سے بعض بعض کی غیبت نہ کیا کریں۔ کیا تم میں سے کوئی اپنے مُردہ بھائی کا گوشت کھانا پسند کرے گا (اگر تمہاری طرف یہ بات منسوب کی جائے تو) تم اس کو ناپسند کروگے اور اللہ کا تقویٰ اختیار کرو، اللہ بہت ہی توبہ قبول کرنے والا (اور) بار بار رحم کرنے والا ہے۔

۔ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَتَدْرُوْنَ مَا الْغِیْبَةُ قَالُوا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ قَالَ ذِکْرُکَ اَخَاکَ بِمَا یَکْرَهُ قِیْلَ اَفَرَاَیْتَ اِنْ کَانَ فِیْ اَخِیْ مَا اَقُوْلُ قَالَ اِنْ کَانَ فِیْهِ مَا تَقُوْلُ فَقَدِ اغْتَبْتَهٗ وَاِنْ لَّمْ یَکُنْ فِیْهِ فَقَدْ بَهَتَّهٗ۔

(صحیح مسلم الجزء السّابع باب تحریم الغیبة)

ترجمہ:۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جانتے ہو غیبت کیا ہے۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ اللہ اور اسکے رسول بہتر جانتے ہیں۔ فرمایا۔ تُو اپنے بھائی کا اس انداز سے ذکر کرے جسے وہ پسند نہیں کرتا۔ عرض کیا گیا کہ حضورؐ کا کیا خیال ہے کہ اگر وہ بات جو مَیں نے کہی ہے میرے بھائی میں پائی جاتی ہو۔ تو آپؐ نے فرمایا کہ اگر وہ بات جو تُو نے کہی ہے تیرے بھائی میں موجود ہے تو تُو نے اس کی غیبت کی ہے اور اگر موجود نہیں تو تُو نے اس پر بہتان باندھا۔

پھر آپ نے فرمایا جس کے پاس اُس کے کسی مسلمان بھائی کی غیبت کی جائے اور وہ (اس کا اندفاع کرکے)

اس کی مدد نہ کرے حالانکہ وہ اس کی مدد کر سکتا ہے تو اس کا گناہ دُنیا و آخرت میں اُسے بھی ہو گا۔

(الترغیب والترهیب للمنذری الجزء الرابع باب الترهیب من الغیبة والبهت)

● ترجمہ:۔ حضرت عثمانؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضورؐ کو یہ فرماتے ہوئے سُنا کہ غیبت اور چغلخوری ایمان کو اِس طرح کاٹ پھینکتے ہیں جس طرح چرواہا درختوں کو کاٹ کاٹ کر (اپنے ریوڑ کے سامنے) ڈال دیتا ہے۔ (ایضاً)

● سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"غیبت کرنے والے کی نسبت قرآن کریم میں ہے کہ وہ اپنے مُردہ بھائی کا گوشت کھاتا ہے۔ عورتوں میں یہ بیماری بہت ہے۔ آدھی رات تک بیٹھی غیبت کرتی ہیں اور پھر صبح اُٹھ کر وہی کام شروع کر دیتی ہیں لیکن اِس سے بچنا چاہیئے۔ عورتوں کی خاص سُورت قرآن شریف میں ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ مَیں نے بہشت میں دیکھا کہ فقیر زیادہ تھے اور دوزخ میں دیکھا کہ عورتیں بہت تھیں۔" (ملفوظات جلد ۸ صـ۴۳۱)

پھر آپؑ فرماتے ہیں:۔

"ایک صوفی کے دو مرید تھے ایک نے شراب پی اور نالی میں بیہوش ہو کر گرا دوسرے نے صوفی سے شکایت کی اس نے کہا تو بڑا بے ادب ہے کہ اس کی شکایت کرتا ہے اور جا کر اُٹھا نہیں لاتا۔ وہ اسی وقت گیا اور اُسے اُٹھا کر لے چلا۔ کہتے تھے کہ ایک نے تو بہت شراب پی لیکن دوسرے نے کم پی کہ اسے اُٹھا کر لے جا رہا ہے۔ صوفی کا مطلب یہ تھا کہ تُو نے اپنے بھائی کی غیبت کیوں کی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے غیبت کا حال پوچھا تو فرمایا کہ کسی کی سچی بات کا اس کی عدم موجودگی میں اِس طرح سے بیان کرنا کہ اگر وہ موجود ہو تو اُسے بُرا لگے غیبت ہے۔ اور اگر وہ بات اس میں نہیں ہے اور تُو بیان کرتا ہے تو اس کا نام بہتان ہے۔ خدا تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا ۭ اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا

اِس میں غیبت کرنے کو ایک بھائی کا گوشت کھانے سے تعبیر کیا گیا ہے۔ (ملفوظات جلد ۷ صـ۳۸)

● سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:۔

"کئی لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ کسی کی بُرائی کر رہے ہوتے ہیں جب انہیں سمجھایا جائے کہ کیوں غیبت کرتے ہو تو کہتے ہیں کیا ہم جھوٹ کہتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ جانتے ہی نہیں کہ غیبت کیا ہوتی ہے۔ وہ سمجھتے ہیں اگر کسی کے متعلق کوئی خلافِ واقعہ بات بیان کی جائے تو وہ غیبت ہوتی ہے حالانکہ خلافِ واقعہ بات کو جھوٹ کہا جاتا ہے اور غیبت سچی بات پسِ پُشت بیان کرنے کو کہتے ہیں۔ اب ایک ایسا شخص جو غیبت کی یہ تعریف سمجھتا ہے کہ پیٹھ پیچھے خلافِ واقعہ بات بیان کرنے کو کہتے ہیں وہ جب یہ پڑھے گا کہ غیبت نہ کرو تو سمجھے گا کہ مَیں تو نہیں کرتا۔

لیکن اگر غیبت کی صحیح تعریف اپنے دل میں لائے گا اور جھوٹ سے اس کا مقابلہ کرے گا تو اسے معلوم ہو جائے گا کہ میں غیبت کا مرتکب ہوتا ہوں۔ بعض لوگ کہا کرتے ہیں کہ ہم یہ بات تو اس کے مُنہ پر بھی کہنے کے لئے تیار ہیں۔ گویا وہ غیبت کی یہ تعریف کرتے ہیں کہ جو بات مُنہ پر نہ بیان ہو سکے وہ غیبت ہوتی ہے۔ حالانکہ جو شخص کسی بھائی کے عیب اس کے پیچھے بیان کرتا ہے اور پھر اس کے سامنے بیان کرنے کے لئے بھی تیار ہو جاتا ہے وہ دُو گناہ کا مُرتکب ہوتا ہے اوّل غیبت کا دوم دل آزاری کا۔ کسی کا وہ عیب جو خدا نے چھپایا ہو اس کا ظاہر کرنا گناہ ہے اور رسولِ کریمؐ نے فرمایا ہے خدا اس کا عیب چھپاتا ہے جو دوسرے کا چھپاتا ہے لیکن اکثر لوگ غیبت کی تعریف نہ جاننے کی وجہ سے اس کے مرتکب ہوتے ہیں۔"

(عرفانِ الٰہی صفحہ ۶۱، ۶۲)

تیسویں سالانہ مرکزی تربیتی کلاس

مجلس خدام الاحمدیہ کے زیرِ اہتمام تیسویں سالانہ مرکزی تربیتی کلاس مورخہ ۱۳ر اپریل تا ۲۶ر اپریل ۱۹۸۴ء ایوانِ محمود ربوہ میں منعقد ہو رہی ہے۔ اِس کلاس میں درسِ قرآن کریم، درس حدیث، فقہ، موازنہ مذاہب اور علماءِ سلسلہ کی روزانہ دلچسپ اور معلوماتی تقاریر کے علاوہ مختلف کھیلوں کے مقابلے بھی ہوں گے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اس کلاس میں بِلا استثناء ہر مجلس کی نمائندگی ہو۔ اِس لئے جملہ قائدینِ مجالس، قائدینِ اضلاع اور قائدینِ علاقہ کوشِش فرمائیں کہ کوئی مجلس ایسی نہ رہے جس سے نمائندے شامل نہ ہوں بلکہ ہر مجلس سے زیادہ سے زیادہ خدام شامل ہوں۔

اِسی طرح قائدینِ اضلاع و علاقہ اپنی اپنی مجالس کے قائدین کو بار بار یاد دہانی کے خطوط لکھیں۔ ذاتی رابطہ قائم کریں۔ نمائندے بھجوائیں اور مجالس کے خصوصی دَورہ جات کریں اور مجلس وار نمائندگان کے نام اور مکمل پتہ جات ساتھ کے ساتھ محترم صدر صاحب مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کی خدمت میں بھجواتے جائیں۔

جن مجالس کی نمائندگی گذشتہ سال کسی وجہ سے نہ ہو سکی اُن کی طرف اِرسال خصوصی توجہ دیں۔ ان کے خصوصی دَورہ جات کریں اور خدام کو تیار کریں۔ کوئی مجلس ایسی نہیں رہنی چاہیئے جس کی نمائندگی نہ ہو بلکہ ہر مجلس سے زیادہ سے زیادہ خدام کو شامل کریں۔

(ناظم اعلیٰ تربیتی کلاس)

نوائے درد

(مکرم احسن اسماعیل صاحب گوجرہ)

خدا کی حمد کے جب گیت گائے جاتے ہیں
ہمیں بھی نور کے جلوے دکھائے جاتے ہیں

مرے خدا تیرا فضل و کرم ہو جب ارزاں
فضا میں نور کے بادل سے چھائے جاتے ہیں

ترے حضور جو آنسو بہائے جاتے ہیں
ستارے ہیں جو فلک پر سجائے جاتے ہیں

ہزار زخم تری رہ میں کھائے جاتے ہیں
ہزار دکھ ہیں جو ہنس کے اُٹھائے جاتے ہیں

کہاں گئی وہ شیرینیٔ زباں یا رب!
زباں کے زخم دلوں پر لگائے جاتے ہیں

ترے ہی نام کو ہم سربلند کرتے ہیں
تری ہی رہ میں جانیں لُٹائے جاتے ہیں

شہیدِ وآرہ ہو یا شہیدِ امریکہ
چراغِ نورِ شہادت جلائے جاتے ہیں

یہ کون تختِ خلافت پہ جلوہ افگن ہے
کہ جس کی راہ میں آنکھیں بچھائے جاتے ہیں

مرے خدا تیری دُنیا عجب تماشہ ہے
کہ بے گناہ بھی مجرم بنائے جاتے ہیں

جناب شیخ! یہ کافرگری معاذ اللہ!
خدا کے بندے بھلا کیوں ستائے جاتے ہیں

سُنا تھا کوئی بھی فرعون اب نہیں باقی
مگر یہاں تو ہزاروں بتائے جاتے ہیں

مرے خدا تیری رحمت کے منتظر ہیں ہم
یہاں تو بھائی بھی بھائی کو کھائے جاتے ہیں

نوائے درد نوائے سروش ہے احسنؔ
حقیقتوں سے یہ پردے اُٹھائے جاتے ہیں

ذکر الحبیب حبیبؐ

تَبَّتْ یَدَآ اَبِیْ لَھَبٍ وَّتَبَّ

مکہ میں جن رؤسائے قریش نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے صحابہؓ کو دُکھ پہنچانے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا تھا ان میں سے ایک بہت نمایاں نام ابولہب کا ہے۔ یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا چچا تھا اور مکہ میں حضورؐ کا قریب ترین ہمسایہ تھا۔ دونوں کے گھروں کے درمیان صرف ایک دیوار حائل تھی۔ ابولہب اور اس کے ساتھی گھر میں بھی حضور کو چین نہ لینے دیتے تھے۔ کبھی نماز پڑھ رہے ہوتے تو یہ اُوپر سے بکری کی اوجھری پھینک دیتے۔ صحن میں کھانا پک رہا ہوتا تو ہنڈیا پر غلاظت پھینک دیتے۔

ایک صحابی طارق بن عبداللہ المحاربیؓ کہتے ہیں کہ میں نے ذوالمجاز کے بازار میں دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں سے کہتے جاتے تھے کہ لوگو! لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہو۔ فلاح پاؤ گے۔ آپؐ کے پیچھے پیچھے ابولہب آپؐ کو پتھر مارتا جاتا تھا یہاں تک کہ آپؐ کی ایڑیاں خون سے تر ہوگئیں اور وہ کہتا تھا یہ جھوٹا ہے اِس کی بات نہ مانو۔

یہی وہ شخص تھا کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کوہِ صفا پر قریش کو پکارا اور توحید کی دعوت دی تو اس نے کہا تھا تَبًّا لَکَ اَلِھٰذَا جَمَعْتَنَا تیرا ستیاناس۔ کیا تُو نے اِس لئے ہمیں جمع کیا تھا۔ بعض روایتوں کے مطابق اِسی واقعہ پر اللہ تعالیٰ نے سورۃ لہب نازل کی اور فرمایا تَبَّتْ یَدَآ اَبِیْ لَھَبٍ وَّتَبَّ ۝ ابولہب کے دونوں ہاتھ شل ہوگئے اور وہ خود بھی شل ہوکر رہ گیا۔

چنانچہ ابولہب غضبِ الٰہی کا مورد بنا اور ہلاکت سے دوچار ہوُا۔ جنگ بدر میں قریش کے اکثر و بیشتر تمام وہ بڑے سردار مارے گئے جو اسلام کی دشمنی میں ابولہب کے ساتھی تھے۔ مکہ میں جب اِس شکست کی خبر پہنچی تو اس کو اِتنا رنج ہوُا کہ وہ سات دن سے زیادہ زندہ نہ رہ سکا۔ اس کی موت بھی نہایت عبرتناک تھی۔ اسے عدسہ یا چیچک کی بیماری MALIGNANT PUSTULE ہوگئی جس کی وجہ سے اس کے گھر والوں نے اسے چھوڑ دیا کیونکہ انہیں چھوت لگنے کا ڈر تھا۔ مرنے کے بعد بھی تین روز تک کوئی اس کے پاس نہ آیا یہاں تک کہ اس کی لاش گل سڑ گئی اور اس کی بُو پھیلنے لگی۔ آخر کار جب لوگوں نے اس کے بیٹوں کو طعنے دینے شروع کئے تو انہوں نے کچھ حبشیوں

کو اُجرت دے کر اس کی لاش اُٹھوائی اور انہی مزدوروں نے اس کو دفن کیا۔ دوسری روایت کے مطابق اس کے بیٹوں نے ایک گڑھا کھدوایا اور لکڑیوں سے اس کی لاش کو دھکیل کر اس میں پھینکا اور اُوپر سے مٹی ڈال کر اُسے ڈھانک دیا۔

"گوجرانوالہ کا ایک شخص محمد بخش تھانیدار ہوتا تھا جو سلسلہ احمدیہ کا پرلے درجہ کا معاند تھا اور ہر وقت عداوت پر کمربستہ رہتا تھا۔ یہ شخص ۱۸۹۳ء میں بٹالہ کے تھانہ میں متعین ہوا اور پھر کئی سال تک اسی جگہ رہا۔ چونکہ قادیان بٹالہ کے تھانہ میں ہے اس لئے اسے شرارت کا بہت اچھا موقع میسر آگیا۔ چنانچہ اس نے اپنے زمانہ میں کوئی دقیقہ ایذارسانی اور مخالفت کا اُٹھا نہیں رکھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خلاف حفظِ امن کا مقدمہ ۱۸۹۹ء میں اسی کی رپورٹ پر ہوا تھا۔

حضرت منشی امام الدین صاحب بیان کرتے ہیں کہ اس مقدمہ کے موقع پر میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے عرض کیا کہ حضور محمد بخش تھانیدار کہتا ہے کہ آگے تو مرزا مقدمات سے بچ کر نکل جاتا رہا ہے اب میرا ہاتھ دیکھے گا۔ حضورؑ نے فرمایا "میاں امام الدین! اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا۔"

اس کے بعد میں نے دیکھا کہ اس کے ہاتھ کی ہتھیلی میں سخت درد شروع ہوگئی اور وہ اس درد سے تڑپتا تھا اور آخر اسی نامعلوم بیماری میں وہ دُنیا سے گذر گیا۔" (سیرۃ المہدی جلد سوم صفحہ ۴۶)

نارِ بُولہبی یقیناً شکست کھائے گی

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:-

"میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ دُنیا اِدھر سے اُدھر ہو جائے۔ زمین و آسمان ٹل جائیں مگر یہ تقدیر نہیں بدل سکتی کہ ہمیشہ ہر حال میں نارِ بُولہبی یقیناً شکست کھائے گی اور نورِ مصطفوی یقیناً کامیاب ہوگا۔ کوئی نہیں جو بلالی اَحد کی آواز کو مٹا سکے۔ کوئی پتھر، کوئی پہاڑ نہیں جو سینوں پر پڑ کر لَآ اِلٰہ کی آواز کو دبا سکے۔ کوئی دُکھ اور کوئی غم نہیں، کوئی صدمہ نہیں جو محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صداقت کی شہادت سے کسی کو باز رکھ سکے۔ یہ امر یقیناً ہمیشہ ہمیش کے لئے زندہ اور قائم رہے گا۔ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وَالَّذِیْنَ مَعَہٗ غالب آنے کے لئے پیدا کئے گئے ہیں مغلوب ہونے کے لئے نہیں بنائے گئے۔"

(افتتاحی خطاب جلسہ سالانہ ۱۹۸۲ء)

حضرت المصلح الموعودؓ کا ایک غیر مطبوعہ خطاب

برموقع سالانہ اجتماع خدام الاحمدیہ منعقدہ ۲۵ دسمبر ۱۹۳۹ء

سیدنا حضرت المصلح الموعود رضی اللہ عنہ نے مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کے سالانہ اجتماع منعقدہ ۲۵ دسمبر ۱۹۳۹ء سے جو خطاب فرمایا تھا اس کا متن پیشِ خدمت ہے۔ یہ خطاب مکرم رحمت اللہ شاکر صاحب نے قلمبند کیا تھا۔　(ادارہ)

سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

آج کا اجلاس خدام الاحمدیہ کی طرف سے ہے اور گو اِس کے پروگرام کے بعض حصّے مجھے دکھا کر مقرر کئے گئے تھے مجھے افسوس ہے کہ ان سے بھی اِس بارہ میں ایک غلطی ہوئی اور مجھ سے بھی۔ دراصل یہ پروگرام اصلاح کے قابل ہے۔ مثلاً اس کا ایک جُزو یہ ہے کہ اس مجلس کو جو کام کے لحاظ سے سال بھر اوّل رہی جھنڈا دیا جائے۔ جس وقت مَیں نے یہ تجویز منظور کی اُس وقت میرے ذہن میں یہ امر نہ تھا کہ جماعت کا جھنڈا ابھی قانونی طور پر منظور نہیں ہوُا اور اسے جماعت کے سامنے پیش کر کے یہ نہیں بتایا گیا کہ یہ تمہارا جھنڈا ہے اور اسے پیش کئے بغیر ہی اس کی نقل کسی ماتحت مجلس کو دے دینا ناموزوں بات ہے۔ پہلے تو مَیں نے اس کی منظوری دے دی تھی مگر کل مجھے خیال آیا کہ پروگرام کا یہ حصّہ اصلاح طلب ہے اِس لئے مَیں نے کارپردازان سے کہہ دیا کہ جب ۲۸ دسمبر کو جماعت کا جھنڈا لہرایا جائے گا یا اسلامی اصطلاح کے مطابق نصب کیا جائے گا اسی وقت یہ انعامی جھنڈا بھی دے دیا جائے گا۔ دوسری غلطی اِس پروگرام میں یہ ہوئی ہے اور اس کے لئے مَیں بھی ذمہ دار ہوں کہ یہ جلسہ، سالانہ جلسہ کے ایّام میں رکھا گیا ہے۔ ایسا جلسہ جس کا پروگرام کئی گھنٹے کا ہو ان دنوں میں رکھنا منتظمین کو پریشانی میں ڈالنے والی بات ہے۔ چنانچہ جب مَیں اِس جلسہ میں آنے لگا تو ناظر صاحب ضیافت کا ایک رُقعہ مجھے ملا کہ کام کرنے والے خدام الاحمدیہ کے جلسہ میں چلے گئے ہیں کچھ نیشنل لیگ کے کام میں ہیں۔ اِدھر ٹرینیں مہمانوں سے بھری ہوئی آرہی ہیں اور ان حالات میں مَیں ان کو کس طرح سنبھال سکتا ہوں جب میرے پاس کام کرنے والے ہی نہ ہوں اور ان کی یہ بات معقول ہے۔ جن دنوں میں قادیان کے لوگ کام میں مشغول ہوں اور آزاد

نہ ہوں ایسے جلسے کرنا جن میں قادیان کے لوگوں کی حاضری ضروری ہو ٹھیک نہیں۔ اور ہمیں ایسے جلسے کرکے منتظمین کو پریشانی میں مبتلا کرنا نہیں چاہیئے اِس لئے آئندہ خدام الاحمدیہ کا جلسہ کسی دوسرے دنوں میں ہونا چاہیئے۔ مثلاً شوریٰ کے موقع پر کیا جا سکتا ہے یا اس کے لئے الگ وقت مقرر کئے جائیں تو یہ زیادہ موزوں ہوگا۔ الگ دن مقرر کرنے سے شروع میں کچھ دِقت ضرور پیش آئے گی اور بعض ممبر شریک نہیں ہوں گے مگر اس کی پرواہ نہیں کرنی چاہیئے جن لوگوں کے نزدیک ممبری کی اِتنی اہمیت بھی نہ ہو کہ اپنے جلسہ کے لئے سال میں ایک بار جمع ہو جائیں۔ وہ دراصل ممبری کے قابل ہی نہیں ہیں۔ خاکساروں کو دیکھو اس نام نہاد جہاد میں جو انہوں نے لکھنؤ میں شروع کر رکھا تھا وہ اپنے پاس سے کرایہ خرچ کرکے پہنچتے رہے ہیں اور اس طرح قید ہوکر اپنا کاروبار علیحدہ تباہ کرتے رہے ہیں اور دیگر نقصان علیحدہ کرتے رہے ہیں۔ اِس لئے کوئی وجہ نہیں کہ خدام الاحمدیہ کے ممبر دوسرے ایام میں اپنے جلسہ میں شرکت کے لئے نہ آئیں۔ اور پھر جو نہ آئیں ان کے متعلق کسی تشویش میں پڑنا اور خیال کرنا کہ کیا ہوگا باطل بات ہے ہمیں ایسے نکموں کی کوئی پرواہ نہیں کرنی چاہیئے۔ پس میرے نزدیک شوریٰ کے موقع پر جلسہ منعقد کرنے کی نسبت بھی یہ بہت بہتر ہے کہ الگ ایام مقرر کئے جائیں اس سے نوجوانوں کو اِس تحریک میں شمولیت کی بھی ترغیب ہوگی اور یہ طریق گویا اِس تحریک کی مضبوطی کا موجب ہوگا۔ جب مَیں نے مجلس شوریٰ کا قیام کیا تو شروع میں زیادہ لوگ نہیں آتے تھے مگر اب سینکڑوں ایسے آجاتے ہیں جو ممبر بھی نہیں ہوتے اور صرف کارروائی سُننے کے لئے آجاتے ہیں۔ اس طرح اگر خدام الاحمدیہ اپنے جلسہ کے لئے الگ دن مقرر کرے تو سینکڑوں نوجوان ان دنوں میں بھی فائدہ اُٹھانے کی غرض سے قادیان آجائیں گے اور سینکڑوں کو تحریک ہوگی کہ وہ ممبر بنیں۔ میرا بچپن سے یہ تجربہ ہے کہ کوئی اچھا کام جب شروع کر دیا جائے تو وہ خدا تعالیٰ کے فضل سے ہو جاتا ہے۔ میری طبیعت میں بچپن سے ہی انتہائی احتیاط کی عادت ہے۔ بعض لوگ تو اسے وہم کہتے ہیں مگر مَیں تو اسے توجہ ہی کہوں گا۔ جب تک کوئی کام پوری طرح نہ ہو جائے مجھے اطمینان نہیں ہوتا۔ یہ بالکل ایسی ہی کیفیت ہے کہ جب تک بچہ ماں کے پاس نہ ہو اسے تسلّی نہیں ہوتی بلکہ وہ خیال کرتی ہے کہ شاید ٹھوکر لگ کر گر ہی نہ گیا ہو۔ ریل کے کسی حادثہ کا شکار نہ ہو گیا ہو۔ موٹر کے نیچے آکر کُچلا نہ گیا ہو۔ وہ جو اَب تک آیا نہیں تو ایسا نہ ہو کہ کسی مشکل میں پھنسا ہؤا ہو۔ اسی طرح مجھے بھی اطمینان نہیں ہوتا کہ کام ہو گیا ہوگا اور اِس عادت کو مَیں چونکہ مفید سمجھتا ہوں اِس لئے اسے دُور کرنے کی کوشش مَیں نے کبھی نہیں کی۔ ہمارے ملک میں یہ عام مرض ہے کہ جسے کوئی کام سپرد کیا جائے وہ گھر بیٹھے بیٹھے ہی فرض کر لیتا ہے کہ ہو گیا ہوگا یہ درست نہیں۔ مَیں نے

> **کامیابی کے دو گُر**
> **یقینِ کامل کے ساتھ محنت**
> **اور**
> **اللہ پر توکّل**

اپنی اِس عادت سے بہت فائدہ اُٹھایا ہے اور بسا اوقات نہایت خطرناک نتائج سے جماعت محض اِس عادت کی وجہ سے بچ گئی۔ کئی بار ایسا ہوا کہ کسی ناظر یا کسی اَور شخص کو کوئی کام بتایا گیا اس نے آگے دوسرے کے سپرد کر دیا اور خود فرض کر لیا کہ ہو گیا ہو گا لیکن مجھے گھر میں بیٹھے بیٹھے یہ خیال ہوا اور مَیں نے پتہ کرایا تو معلوم ہوا نہیں ہوا تھا اور اِس طرح وہ بروقت کر لیا گیا اور اِس وجہ سے کئی حوادث سے جماعت بچ گئی۔ میرے توجہ دلانے سے وہ کام ہو گیا اور نقصان نہ ہوا۔ اور خدام الاحمدیہ کو چاہیئے کہ وہ بھی اس عادت کی نقل کریں۔ ہندوستان میں نکماّپن کی زیادہ وجہ یہی ہے کہ لوگ قیاس بہت کرتے ہیں۔ ہمارے ہاں بھی روزانہ ایسے واقعات ہوتے ہیں۔ کئی بار مَیں کوئی کام بتاتا ہوں اور جب پرائیویٹ سیکرٹری سے پوچھا جاتا ہے تو وہ کہہ دیتے ہیں کہ ہو گیا ہے مگر جب بعد میں غلطی کا علم ہوتا ہے تو کہہ دیا جاتا ہے کہ ہم نے فلاں شخص کو کہہ دیا تھا اور خیال تھا کہ اس نے کر دیا ہو گا۔ حالانکہ کام جس شخص کے سپرد کیا جائے اسے یقین ہونا چاہیئے کہ ہو چکا ہے محض قیاس کر کے مطمئن نہیں ہو جانا چاہیئے۔ یہ نکماّپن کی علامت ہے۔ ایسے لوگوں کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام ایک واقعہ سُنایا کرتے تھے کوئی شخص سفر پر گیا اور کسی لڑکے کو بطور خادم ساتھ لے گیا ایک رات وہ کسی سرائے میں ٹھہرے۔ رات کو بارش شروع ہو گئی۔ اسے چونکہ خیال تھا کہ بارش ختم ہو تو سفر شروع کر کے آگے چلیں تا یہ جلد طے ہو۔ اِس لئے رات کو کئی بار اس کی آنکھ کھُلی۔ اس نے نوکر کو آواز دی اور کہا کہ باہر جا کر دیکھو بارش ہو رہی ہے یا نہیں۔ مگر نوکر نے بجائے اس کے کہ باہر جا کر دیکھتا وہیں پڑے پڑے جواب دیا کہ ابھی باہر سے بلّی آئی تھی مَیں نے دیکھا وہ بھیگی ہوئی تھی اِس لئے بارش ضرور ہو رہی ہے۔ حالانکہ یہ کوئی دلیل نہیں۔ ممکن تھا بلّی کسی نالی میں سے گذر کر اندر آئی ہو اور اِس وجہ سے بھیگ گئی ہو یا کسی اَور وجہ سے ہو۔ تھوڑی دیر کے بعد اسنے نوکر سے کہا کہ لیمپ گُل کر دو۔ اس نے جواب دیا کہ آپ کو اندھیرے میں نیند آتی ہے مگر مَیں روشنی میں سونے کا عادی ہوں اگر لیمپ گُل کر دیا گیا تو مجھے نیند نہیں آئے گی اِس لئے آپ مُنہ پر لحاف ڈال لیں آپ کے لئے گویا لیمپ بُجھ گیا۔ تھوڑی دیر بعد اس نے پھر کہا کہ ہَوا تیز آ رہی ہے اُٹھ کر دروازہ بند کر دو تو اس نے جواب دیا کہ دو کام مَیں نے کر دئیے ہیں ایک آپ خود اُٹھ کر کر لیں۔ تو اس قسم کی سُستیاں ہمیشہ قیاس آرائیوں سے پیدا ہوتی ہیں۔

جو پیغام دیا جائے
اسے درست طور پر
آگے پہنچانے کی مشق کریں

ایسے ہی قیاس کی ایک اَور مثال بھی ہے۔ ایسا قیاس کر لینا کہ یُوں ہو گا محض سُستی کا نتیجہ ہوتا ہے اور ایسے لوگ مَیں نے دیکھا ہے کہ بعض اوقات اتنے دلیر ہو جاتے ہیں کہ کہہ دیتے ہیں فلاں کام یُوں ہو گیا۔ وہ یہ بھی نہیں کہتے کہ میرا خیال ہے ہو گیا ہو گا بلکہ خیال کا لفظ بھی بیچ میں سے اُڑا دیتے ہیں اور بڑی دلیری سے کہہ دیتے ہیں کہ ہو گیا ہے۔ اور اکثر کاموں میں خرابی ایسے خیالات کے نتیجہ میں ہوتی ہے۔ ہمارے نوجوانوں کو چاہیئے کہ اِس عادت

کو بالکل چھوڑ دیں اور قیاس سے کام نہ لیا کریں جب تک ذاتی طور پر یہ اطمینان نہ کرلیں کہ جو کام ان کے سپرد کیا گیا تھا وہ ہو چکا ہے۔ ان کو وہم رہے کہ شاید خراب ہو گیا ہو۔ واقعات کی دُنیا میں واقعات کو دیکھا کریں واقعات کی دُنیا میں قیاس کا کوئی کام نہیں۔ مَیں ہمیشہ اپنے ساتھ کام کرنے والوں کو اِس طرف توجہ دلاتا رہتا ہوں مگر مَیں نے دیکھا ہے یہ مرض دُور نہیں ہوتا اور قیاس سے بہت کام لیا جاتا ہے۔ اہل حدیث کا عقیدہ ہے کہ جس نے پہلے قیاس کیا وہ شیطان تھا۔ پہلے مجھے اس قول کی سمجھ نہیں آیا کرتی تھی مگر اب مَیں سمجھتا ہوں کہ یہ بات ٹھیک ہے۔ قیاس یُوں تو اچھی چیز ہے لیکن واقعات میں اس کو داخل کرنا سخت خطرناک ہے۔ ایک فلسفی اگر فلسفہ کے مسائل میں قیاس سے کام لیتا ہے تو یہ بات تو سمجھ میں آسکتی ہے لیکن واقعات کی دُنیا میں اس کا کوئی تعلق نہیں۔ ایک لطیفہ مشہور ہے کہتے ہیں کوئی شخص کسی کے پاس مہمان گیا۔ میزبان خود نہایت باقاعدہ اور وقت کا پابند آدمی تھا اور اپنے ملازموں کو بھی اس نے وقت کا پابند بنایا ہوُا تھا۔ اس نے اندازہ کیا ہوُا تھا کہ اگر نوکر کو فلاں دُکان پر بھیجا جائے تو وہ کتنے منٹ میں واپس آتا ہے۔ وہ اپنے مہمان کو اپنے نوکروں کی ہُنرمندی بھی دکھانا چاہتا تھا اِس لئے اسنے مہمان کے آگے کھانا رکھوا دیا اور نوکر سے کہا کہ فلاں دُکان سے جا کر فوراً دہی لے آؤ تھوڑی دیر بعد اس نے مہمان سے کہا کہ اب وہ دُکان پر پہنچ چکا ہوگا۔ اب دہی لے چکا ہوگا اور واپس آرہا ہوگا۔ اب فلاں مقام پر پہنچ گیا ہوگا۔ بس آپ کھانا شروع کریں وہ آیا ہی چاہتا ہے اور ساتھ آواز دی کہ ارے فلاں آگیا۔ ادھر اس نے یہ کہا اور ادھر اس نے جواب دیا کہ ہاں حضور آگیا۔ مہمان یہ دیکھ کر بہت حیران ہوُا اور اس نے کہا کہ نوکروں کا ایسا سدھا ہوُا ہونا تو بہت عزّت افزائی کا موجب ہے۔ ایسے آقا کی بھی ہر دیکھنے والا تعریف کرنے پر مجبور ہے اِس لئے مجھے بھی اپنے نوکروں کو اِسی طرح سدھانا چاہیئے۔ چنانچہ گھر واپس پہنچا تو اس نے بھی نوکروں کو ڈانٹنا ڈپٹنا شروع کیا کہ کام جلدی جلدی اور وقت کی پابندی کے ساتھ کیا کرو۔ مگر جو شخص خود پابند نہ ہو اور جس کے نوکر روز دیکھیں کہ وہ خود وقت کا پابند نہیں اور سُست آدمی ہے تو خالی ڈانٹ ڈپٹ اُن پر کیا اثر کر سکتی ہے۔ کچھ عرصہ بعد وہی شخص اس کے ہاں مہمان ہوُا اس نے بھی اپنے نوکروں کی مستعدی اور سلیقہ شعاری دکھانے کے لئے اسی طرح کیا یعنی کھانا اس کے سامنے رکھ کر نوکر کو دہی کے لئے بھیجا اور کہنا شروع کیا کہ اب وہاں پہنچا ہوگا۔ اب لَوٹ رہا ہوگا۔ اب فلاں جگہ ہوگا۔ اب بس پہنچا ہی چاہتا ہے آپ کھانا شروع کریں۔ اور پھر نام لے کر آواز دی کہ کیوں بھئی آگئے۔ ادھر سے نوکر نے کہا کہ جی آپ تو عقل ہی مار دیتے ہیں۔ مَیں تو ابھی جُوتا ہی تلاش کر رہا ہوں۔ یہ لطیفہ دراصل ہندوستانیوں کی ذہنیت کا نقشہ ہے۔ وہ اس طرح قیاس کر لیتے ہیں۔ اور مَیں نے دیکھا ہے اچھے اچھے تعلیم یافتہ بی اے اور ایم اے پاس اسی مرض کا شکار

واقعات کی دُنیا میں
محض قیاس سے کام لینا
چھوڑ دو

ہیں۔ وہ کہلاتے تو بی۔اے، ایم۔اے ہیں مگر عقل کے لحاظ سے وہ پرائمری پاس بھی نہیں ہوتے۔ اس کی بڑی وجہ تو سُستی ہے اور جب سُستی کے باعث کوئی کام نہ کیا تو پھر قیاس کرتے ہیں۔ بہانہ سازی سے کام لیتے ہیں اور بسا اوقات تو مَیں نے دیکھا ہے کہ کسی بات کے لئے جو ہدایات دی جاتی ہیں خود اپنے پاس سے ہی ان کا جواب بھی دے دیتے ہیں۔ نہ پیغام آگے پہنچاتے ہیں اور نہ اس کی بات سُنتے ہیں بلکہ خود بخود ہی جواب دینا شروع کر دیتے ہیں۔ پس مَیں خدام الاحمدیہ سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اگر تم نے دُنیا میں کوئی کام کرنا ہے تو قیاس کرنا چھوڑ دو۔ جب کوئی کام تمہارے سپرد کیا جائے تو اسے پورے وقت پر ادا کرو اور جب تک خود نہ دیکھ لو کہ وہ ہو گیا ہے مطمئن نہ ہو۔ گھر بیٹھے بیٹھے ہی یہ قیاس کر لینا کہ کام ہو گیا ہو گا اوّل درجہ کی نالائقی اور حماقت ہے۔ مَیں نے دیکھا ہے کہ کام نہ کرنے کی وجہ سے ہندوستانیوں کے دماغ بھی ٹھیک طور پر کام نہیں کرتے اور یہ حالت ہے کہ کسی کو پیغام کچھ دو اور وہ آگے پہنچائیں گے کچھ اور۔ دماغ بات سُنتے اور سمجھتے ہی نہیں۔ اِس لئے خدام الاحمدیہ یہ بھی مشق کریں کہ جو پیغام دیا جائے اسے صحیح طور پر پہنچا سکیں۔ فوجوں میں یہ دستور ہے کہ اس کی مشق کرائی جاتی ہے۔ جب کسی کو کوئی افسر پیغام دے تو دینے کے بعد پوچھتا ہے مَیں نے کیا کہا اور پھر وہ شخص اسے دُہراتا ہے۔ پچھلی جنگ میں ایک تجربہ کیا گیا کہ کس طرح بات دُور تک پہنچتے پہنچتے کیا سے کیا بن جاتی ہے۔ فرانس کے جنگی محاذ پر شہزادہ ویلز جو بعد میں ایڈورڈ ہشتم کے نام سے تخت نشین ہو کر ریٹائر ہو چکے ہیں، گئے تو ایک بڑی بھاری پریڈ ہوئی جس میں یہ تجربہ دکھایا گیا کہ پیغام پہنچانے میں لوگ کیسی کیسی غلطیاں کرتے ہیں۔ جرنیل نے پہلے سپاہی کو پیغام دیا کہ آگے پہنچا دو کہ شہزادہ ویلز آئے ہیں اور آخری افسر کو جو اطلاع اِس طرح ملی وہ یہ تھی کہ دو پیسے مل گئے ہیں۔ اس کی وجہ یہی ہوئی کہ ایک سے دوسرے اور دوسرے تک بات کے پہنچنے میں کچھ تو لب و لہجہ کی تبدیلی سے فرق پڑا اور کچھ یہ کہ سُننے والے نے قیاس کر لیا۔ یہ تو تجربہ کرنے کے لئے ہی پیغام بھیجا گیا تھا لیکن اگر واقعی یہ پیغام پہنچانا مقصود ہوتا تو کس قدر نقصان ہوتا۔

جو کام تمہارے سپرد کیا جائے اس کے متعلق مطمئن نہ ہو جب تک یہ تسلّی نہ کر لو کہ وہ ہو گیا ہے

پس کام میں قیاس کرنا چھوڑ دو۔ دیکھو جب کوئی بچہ اپنی ماں سے جُدا ہو جاتا ہے تو کس طرح اس کے دل میں مختلف وساوس اُٹھتے ہیں۔ وہ یہی قیاس نہیں کر لیتی کہ وہ آرام سے بیٹھا ہو گا بلکہ سوچتی ہے کہ کہیں بھینس کا پاؤں اس پر نہ آ گیا ہو۔ گھوڑے نے اسے دولتی نہ مار دی ہو۔ گدھے نے لات نہ مار دی ہو۔ سیڑھی سے گر کر اس کا سر نہ پھٹ گیا ہو۔ کوئی اسے اُٹھا کر نہ لے گیا ہو اور یہ ایک طبعی بات ہے۔ جب تک یہ وساوس اس کے دل میں پیدا نہ ہوں وہ اپنے بچّہ کی پوری پوری نگرانی کر ہی نہیں سکتی۔ پس تم بھی کام کی اسی طرح نگرانی کرو۔ کام

سے محبت کا علم ہی اسی وقت ہو سکتا ہے جب وساوس پیدا ہونے لگیں۔ بڑی سے بڑی تعلیم یافتہ ماں کو دیکھ لو بچہ کا سوال آتے ہی فوراً اس کے دل میں وساوس پیدا ہونے لگیں گے۔ یہ دراصل کامل محبت کا نتیجہ ہے۔ وہ دُنیا بھر کے معاملات کے متعلق قیاسات کرے گی لیکن بچہ کا سوال سامنے آتے ہی اس کے دل میں وساوس پیدا ہونے لگیں گے اور یہ کامل محبت کا نتیجہ ہے۔ پس اِس قسم کی احتیاط بہت اچھی بات ہے۔ حضرت خلیفہ اوّلؓ بعض اوقات کوئی بات کہہ دیتے مگر پھر خیال ہوتا کہ وہ شاید مجھے بُری لگی ہے۔ مجھ سے پوچھتے تو مَیں انکار کرتا مگر آپ فرماتے میاں مجھے خیال تھا کہ شاید بُری لگی ہو۔ عشق است و ہزار بدگمانی۔ مجھے چونکہ آپ سے بہت محبت ہے اِس لئے مجھے شُبہ رہتا ہے کہ کہیں ناراض تو نہیں ہو گئے۔ پس یاد رکھو کہ اگر دل میں وسوسہ پیدا نہیں ہوتا تو اس کے معنے یہ ہیں کہ عشق نہیں ہے۔ یہ ناممکن ہے کہ کام کا عشق ہو اور دل میں وسوسے پیدا نہ ہوں اور رہ رہ کر یہ خیال نہ آئے کہ شاید کام نہ ہُوا ہو۔ میری عمر میں بیسیوں ایسے واقعات ہوئے ہیں کہ مَیں نے اپنی اس طبیعت کی وجہ سے گھر بیٹھے بیٹھے بیسیوں کاموں کی اصلاح کرا دی۔ مَیں نے کسی کام کے لئے کہا اور ناظرِ متعلقہ نے اس کا آرڈر دے کر سمجھ لیا کہ ہو گیا اور جب مَیں نے دریافت کرایا تو کہہ دیا کہ ہو گیا ہے لیکن جب تحقیقات کرائی گئی تو معلوم ہُوا نہیں ہُوا اور مَیں نے اسے پھر کرایا۔

پس ایک بات تو یہ یاد رکھو کہ جو کام تمہارے سپرد کیا جائے اس کے متعلق کبھی مطمئن نہ ہو جب تک خود تسلّی نہ کر لو کہ وہ ہو گیا ہے۔ آنکھ سے نہ دیکھ لو یا اسے آنکھوں سے دیکھنے والا خود تمہارے سامنے بیان نہ کرے کہ وہ ہو گیا ہے۔ اور دوسرے یہ بات یاد رکھو کہ یہ خیال کبھی نہ کرو کہ فلاں بات ہو نہیں سکتی۔ آج کل نوجوانوں سے ایسی باتیں بکثرت سُننے میں آتی ہیں کہ کوئی مانتا نہیں، کوئی سُنتا نہیں۔ یہ بھی بُزدلی اور کمزوری کی علامت ہے۔ جب کوئی اچھا کام سامنے آئے اس کے متعلق پہلے احتیاط کے ساتھ اچھی طرح غور کر لو اور دیکھ لو کہ جہاں تک انسانی کوشش کا سوال ہے یہ ایسا تو نہیں جو ناممکن ہو اور کارکنوں پر اس سے ان کی طاقت سے زیادہ بوجھ تو نہیں پڑتا۔ اور جب فیصلہ کر لو کہ یہ طاقت کے اندر ہے تو پھر یہ کوئی قابلِ غور سوال نہیں کہ کوئی کرے گا یا نہیں، تم خود اسے شروع کر دو اور یہ نہ دیکھو کہ کوئی تمہارے ساتھ ہوتا ہے یا نہیں۔ میرے بچپن کے کئی کام ایسے ہیں جنہیں آج اتنی تنظیم کے باوجود بھی ہم بآسانی نہیں کر سکتے۔ جب ولایت میں مشن قائم ہُوا تو خواجہ صاحب نے وہاں سے لکھنا شروع کیا کہ ایک اور آدمی یہاں بھیجا جائے۔ حضرت خلیفہ اوّلؓ نے صدر انجمن احمدیہ کو جو خزانہ کی مالک تھی حکم دیا کہ خواجہ صاحب کی مدد کے لئے کوئی آدمی بھیجنے کا انتظام کیا جائے۔ اس کے لئے کئی کمیٹیاں (قائم) ہوئیں۔ سب نشیب و فراز پر غور

کسی نیک کام اللہ پر توکل کرکے شروع کردو اللہ خود اسے تکمیل تک پہنچا دے گا

کیا گیا کئی دقتیں سامنے آئیں۔ خرچ کا سوال بہت مشکل تھا۔ ایک دن حضرت خلیفہ اول رضؓ نے مجھے فرمایا کہ خواجہ بہت تنگ کر رہا ہے۔ مَیں نے مولوی محمد علی صاحب سے بھی کہا کہ کوئی انتظام کیا جائے۔ وہ بھی کوئی تجویز نہیں کرتے۔ انجمن بھی کوئی فیصلہ نہیں کرتی اور مَیں اس وجہ سے بہت پریشان ہوں۔ اُدھر کام خراب ہو رہا ہے اور اِدھر یہ لوگ کوئی توجہ ہی نہیں کرتے۔ مَیں وہاں سے اُٹھا اور انصار اللہ کی مجلس میں اس بات کو پیش کیا اور کہا کہ یہ کوئی مشکل کام نہیں کوئی شخص اپنے آپ کو پیش کرے۔ چودھری فتح محمد صاحب نے کہا کہ مَیں اپنے آپ کو پیش کرتا ہوں۔ اب سوال کرایہ کا رہ گیا۔ چودھری صاحب نے کہا کہ تھرڈ کلاس کا جو کرایہ لگتا ہے وہ مجھے دے دیا جائے معلوم ہوا کرایہ دو سو کے قریب ہوگا۔ سو روپیہ خرچ خوراک وغیرہ کے لئے رکھ لیا گیا اور چند دوستوں نے اسی وقت یہ روپیہ پورا کر دیا اور مَیں نے جا کر حضرت خلیفہ اول رضؓ سے کہہ دیا کہ آدمی بھی تیار ہو گیا ہے اور روپیہ کا انتظام بھی ہو چکا ہے۔ تو اس طرح مَیں نے انگلستان میں مشن قائم کیا۔ چودھری فتح محمد صاحب نے وہاں بعد میں الگ مشن قائم کیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے ایسے رنگ میں مجھے کامیاب کیا کہ جس کام کے لئے صدر انجمن احمدیہ کئی مہینے مشورے اور تجویزیں کرتی رہی مَیں نے وہ چند منٹ میں کر دیا۔ آدمی بھی تیار کر لیا اور روپیہ بھی فراہم ہو گیا۔ اسی طرح کا ایک اَور واقعہ ہے۔ قادیان میں علمی ترقی کے لئے مَیں نے انجمن سے یہ کہا کہ کوئی انتظام کیا جائے۔ جب تک یہاں کوئی ایسا آدمی نہ ہو جو عربی ممالک میں تعلیم حاصل کر کے آئے یہاں علمی ترقی نہ ہو سکے گی مگر انجمن نے ہمیشہ مالی مشکلات کا عذر پیش کیا۔ مَیں نے چودھری نصر اللہ خاں صاحب مرحوم سے اس کا ذکر کیا اور کہا کہ کچھ بوجھ آپ اُٹھائیں اور کچھ مَیں اُٹھاتا ہوں اور ایک آدمی مصر بھیجا جائے۔ وہ آمادہ ہو گئے اور مَیں نے شیخ عبدالرحمٰن مصری کو جو اَب مُرتد ہو چکے ہیں مصر بھیج دیا کہ وہاں سے عربی کی تعلیم حاصل کر کے آؤ تا سلسلہ کو بھی فائدہ پہنچے۔ ہم دو چار آدمیوں نے ہی مل کر ان کے لئے کرایہ وغیرہ کا انتظام کر دیا۔ وہ اس وقت ملازم تھے اس لئے تنخواہ یہاں بال بچوں کو ملتی رہی اور وہاں کے اخراجات مَیں بھجواتا رہا۔ اس کام کے لئے انجمن مدتوں سوچتی رہی مگر مَیں نے خیال کیا کہ اگر یہ بات اچھی ہے تو مَیں اسے شروع کر دیتا ہوں اللہ تعالیٰ خود تکمیل تک پہنچا دے گا۔ اور یہ میرے کام اس وقت کے ہیں جب مَیں ابھی بچہ تھا۔ خدام الاحمدیہ کے بہت سے ممبروں کے لحاظ سے مَیں بچہ تھا۔ اس کی ممبری کے لئے چالیس سال تک عمر کی شرط ہے مگر میری عمر اس زمانہ میں ۲۲-۲۳ سال ہوگی۔ اور کئی کام تو اس سے بھی پہلے زمانہ کے ہیں۔ اس زمانہ میں چودھری فتح محمد صاحب اور بعض دوسرے نوجوان سکولوں اور کالجوں میں پڑھا کرتے تھے۔ میری آنکھوں میں ککرے ہو گئے تھے اس لئے مَیں نے سکول میں پڑھنا چھوڑ دیا تھا اور حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضؓ سے طبّ اور بخاری پڑھا کرتا تھا۔ ہم نے آپس میں مشورہ

قرآن کریم مومن کو کامیابی کی خوشخبری دیتا ہے

کیا کہ جب بڑے تبلیغ کرتے ہیں تو ہم کیوں نہ کریں اور اس کے لئے کیا ذریعہ اختیار کریں۔ آخر ہم نے فیصلہ کیا کہ جس طرح رسالہ ریویو نکلتا ہے ہم بھی ایک رسالہ جاری کریں۔ سب نے مجھ سے کہا کہ آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے اجازت حاصل کریں اور نام بھی رکھوائیں۔ آپؑ نے اجازت دے دی اور تشحیذ الاذہان نام رکھا۔ اب اس کے اخراجات کا سوال تھا۔ ہم نے فیصلہ کیا کہ جو جیب خرچ ملتا ہے اس میں سے ایک ایک روپیہ چندہ دیں گے۔ پہلے سات ممبر تھے اس لئے ہم نے فیصلہ کیا کہ سہ ماہی رسالہ نکالا جائے۔ مضمون تو ہم خود لکھ لیں گے پیکٹ وغیرہ بھی خود بنا لیں گے۔ اندازہ کیا گیا تو ۲۵ - ۳۰ روپیہ خرچ کتابت اور طباعت وغیرہ کا تھا۔ ہم نے سوچا کہ کوئی نہ کوئی خریدار بھی تو مِل ہی جائے گا۔ پہلے دو تین پرچے ہم نے خود اپنے ہاتھ سے پیک وغیرہ کئے، ٹکٹ لگائے مگر خدا تعالیٰ کے فضل سے اسے جلد ہی ترقی حاصل ہو گئی۔ تو رسالہ کا نکالنا کوئی معمولی بات نہیں مگر میں نے اسے شروع کر دیا اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے وہ چل نکلا گو بعد میں میں نے ہی اسے رسالہ ریویو میں مدغم کر دیا کیونکہ ریویو کی حالت اچھی نہ تھی اور میں چاہتا تھا کہ ساری توجہ اسی کی طرف ہو کیونکہ وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا جاری کردہ ہے۔ اِسی طرح میری خلافت کے ایام میں بھی بیسیوں امور ایسے پیش آئے کہ جب میں نے ان کو شروع کیا تو لوگوں نے اعتراض کیا اور کہا کہ یہ ایسا بوجھ ہے جسے قوم اُٹھا نہیں سکتی مگر آخر وہ کام خدا تعالیٰ نے کر دئے۔ میرا تو یہ ہمیشہ سے قاعدہ رہا ہے کہ جب پوری سوچ بچار اور احتیاطوں کے باوجود میں نے دیکھا کہ کام ضروری ہے تو پھر میں نے کوئی پرواہ نہیں کی کہ کیا نتیجہ ہوگا اور توکلاً علی اللہ اسے شروع کر دیا اور یہی سمجھا کہ اگر یہ کام اچھا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے خود تکمیل تک پہنچا دے گا۔ پس یاد رکھو کہ کسی کام کو شروع کرتے وقت یہ خیال کرنا کہ لوگ مانتے نہیں اوّل درجہ کی بزدلی ہے۔ تمہیں لوگوں سے کیا اگر وہ کام اچھا ہے تو تم خود اسے کرو خواہ بالکل اکیلے ہو اسے شروع کر دو دوسروں کی ذمہ داری تم پر نہیں تم اپنا فرض ادا کرنا شروع کر دو۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اللہ تعالیٰ یہی فرماتا ہے کہ تم پر اپنے نفس کی ذمہ داری ہے لوگوں کی نہیں۔ پس خدام الاحمدیہ اپنے آپ کو اس وقت تک مفید وجود نہیں بنا سکتے جب تک کہ وہ اس یقین اور توکّل پر اپنے کاموں کی بنیاد نہ رکھیں گے کہ جو کام اچھا ہے اس میں ہم نے دوسروں کو نہیں دیکھنا کہ وہ شامل ہوتے ہیں یا نہیں تم کو اس سے کیا کہ کوئی ساتھ ہوگا یا نہیں تم اپنا فرض ادا کرو۔ یہ خیال بھی بالکل غلط ہے کہ اگر کوئی اَور ساتھ نہ ملا تو سُبکی ہو گی۔ دیکھو اِس وقت تک جتنے انبیاءؑ گذرے ہیں وہ بھی اگر اسی سُبکی کے خیال سے کام کرنے سے محترز رہتے تو دُنیا کا نقشہ کیا ہوتا۔ ان میں سے کسی نے بھی یہ سُبکی کا خیال نہیں کیا۔ حضرت آدمؑ کو جب اللہ تعالیٰ نے پیغام دیا تو انہوں نے اس کا خیال نہیں کیا۔ حضرت نوحؑ کو دیا تو انہوں نے یہ خیال نہیں کیا کہ نتیجہ کیا ہوگا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جب یہ پیغام دیا تو وہ کب سوچنے بیٹھے کہ انجام کیا ہوگا۔ ان میں سے کسی نے بھی انجام کی پرواہ نہیں کی بلکہ جسے بھی حکم ملا وہ کام کرنے لگ گیا

کام کرنے سے دِل چرانا ایک مخفی کبر کا نتیجہ ہے

اور ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ سے نصرت مانگتا رہا۔ اگر یہ کام انسانی ہوتا تو حالات کو مدِنظر رکھ کر بتاؤ کہ ان کی ناکامی میں شبہ ہی کیا تھا۔ یہ سب انبیاءؑ بڑے بڑے دعوے لے کر مبعوث ہوئے تھے۔ حضرت موسیٰؑ، حضرت عیسیٰؑ، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان میں سے کس کا دعویٰ چھوٹا تھا۔ پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا دعویٰ کتنا بڑا تھا۔ مگر ان میں سے کب کسی نے خیال کیا کہ اسے کون مانے گا۔ ان کے سامنے صرف یہی بات تھی کہ خدا تعالیٰ کے ارشاد کی تعمیل ہو یہ خیال بالکل نہ تھا کہ کوئی مانتا ہے یا نہیں۔ کوئی شخص کہہ سکتا ہے کہ نبی کو اِس بات کا علم ہوتا ہے کہ وہ جیت جائے گا اِس لئے وہ پرواہ نہیں کرتا مگر میں کہتا ہوں کہ مومن کو بھی اس کا پتہ ہوتا ہے۔ قرآن کریم میں مومن کے لئے بھی کامیابی کا وعدہ موجود ہے فرق صرف تفاصیل کا ہے۔ قرآن کریم سے یہ کہیں ثابت نہیں ہوتا کہ مومن بھی دُنیا میں ہارا کرتے ہیں نبی اور مومن دونوں کے لئے جیتنا مقدر ہے فرق صرف تفاصیل کا ہے۔ پس جب تک اپنے اندر یہ یقین اور توکّل پیدا نہ کیا جائے کہ اگر کام اچھا ہے تو اسے کرنا ہے خواہ کوئی ساتھ شامل ہو یا نہ ہو۔ اس وقت تک کامیابی محال ہے۔ جب یہ فیصلہ کر لو کہ کوئی کام اچھا ہے اور طاقت سے باہر نہیں ہے تو لوگ خواہ تمسخر کریں خواہ کچھ کہیں اسے شروع کر دو۔ اور اگر تم ایسا کرو تو وہ کام ضرور ہو جائے گا۔

مجھے یاد ہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں حضرت خلیفہ اوّلؓ جب درس دے کر واپس آتے تو اُن دنوں جلانے کے لئے گڈوں پر اُپلے آیا کرتے تھے۔ مجھے دو تین مواقع ایسے یاد ہیں کہ چھوٹی مسجد کی سیڑھیوں کے پاس چوک میں وہ اُپلے پڑے ہوتے۔ بارش کے آثار ہوتے تو خادم ان سے کہتا کہ دو چار آدمی دے دیں تا ان کو اندر رکھ لیں۔ آپ فرماتے کہ چلو ہم آدمی بن جاتے ہیں اور قرآن شریف کسی کے ہاتھ میں دے کر اُپلے اُٹھانے لگ جاتے اور پھر دوسرے لوگ بھی شامل ہو جاتے۔ پس کام کرنے سے دِل چرانا بھی ایک مخفی کبر کا نتیجہ ہوتا ہے اور جب تک یہ خیال دل سے نہ نکالو گے کہ ہم اکیلے کس طرح کام کر سکتے ہیں۔ کامیابی کی توقع فضول ہے۔ پہلے اچھی طرح کام کے متعلق سوچ لو اور پوری احتیاط کے ساتھ غور کر لو اور ایسی اچھی طرح سوچ لو کہ جیسے کہتے ہیں پہلے تولو پھر منہ سے بولو لیکن جب یہ سمجھ لو کہ یہ کام خدا تعالیٰ کی طرف سے فرض ہے تو پھر دائیں بائیں نظر مت ڈالو تم خود اسے شروع کر دو۔ اگر کوئی تمہارے (ساتھ) شامل ہوتا ہے تو سمجھو اس نے تم پر احسان کیا اور اگر نہیں تو اپنی جان پر ظلم کیا ہے۔ اور جب تم خود ایسی ذہنیت اپنے اندر پیدا کر لوگے تو اللہ تعالیٰ خود دوسروں کو تمہاری امداد کے لئے الہام کرے گا۔ یاد رکھو کہ دین کے کام انسانی تدبیروں سے نہیں ہُوا کرتے بلکہ اللہ تعالیٰ کی تائید اور نصرت سے ہوتے ہیں۔ نادان خیال کرتے ہیں کہ الہام ہمیشہ لفظوں میں ہی ہوتا ہے لیکن یہ صحیح نہیں۔ شرعی احکام کی تفاصیل اور عبادات سے تعلق رکھنے والا الہام ضرور کلام میں ہوتا ہے مگر نیک کام میں مدد کا الہام ضروری نہیں کہ لفظوں میں ہو۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا الہام ہے کہ ینصرك رجالٌ نوحی

دینی کام انسانی تدبیروں سے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت سے ہوتے ہیں

الیھم من السّماء ایسے لوگ تیری مدد کریں گے جن کے دلوں میں ہم وحی کریں گے۔ تو دینی کاموں میں امداد کے لئے اللہ تعالیٰ عام لوگوں کے دلوں میں الہام کر دیتا ہے اور وہ اس طرح کہ ان کو توجہ ہو جاتی ہے کہ ہم بھی اس کام میں مدد کریں پس جو ضروری کام ہو اسے انسان کی مدد کے خیال کے بغیر شروع کر دو پھر اللہ تعالیٰ نصرت کرتا ہے۔ جب انسان اللہ تعالیٰ کا بندہ بن جاتا ہے تو اس کی نگاہ دوسرے انسان کی طرف اُٹھتی ہی نہیں اور اس کے اندر ایسا توکّل اور عزم پیدا ہو جاتا ہے کہ وہ کسی بڑے سے بڑے کام میں ہاتھ ڈالنے سے نہیں ڈرتا۔ مَیں نے دیکھا ہے کہ ہر بڑی تحریک جو مَیں نے شروع کی بعض دفعہ ابتداء میں لوگوں نے ڈرایا بھی کہ یہ کامیاب نہیں ہوگی مگر مَیں کبھی جھجکا نہیں اور ناکامی کے خوف سے کبھی نہیں ڈرا۔ اس کام کے ہو جانے کے متعلق دعائیں کرتا رہا ہوں مگر یہ کبھی پرواہ نہیں کی کہ یہ ہوگا نہیں یا یہ کہ اگر نہ ہؤا تو کیا ہوگا۔ اور پھر یہ بھی کبھی نہیں دیکھا کہ وہ ہؤا نہ ہو۔ تعویق بعض دفعہ بے شک ہوتی ہے اور بعض اوقات رکاوٹیں بھی پیدا ہوئی ہیں مگر آخر کار اللہ تعالیٰ کے فضل سے وہ ہو گیا۔

پس آج مَیں یہ دو باتیں خاص طور پر خدام الاحمدیہ سے کہنا چاہتا ہوں۔ اوّل یہ کہ واقعات کی دُنیا میں قیاس سے کام نہ لو اور جو کام تمہارے سپرد کیا جائے اس کے متعلق اس وقت تک مطمئن نہ ہو جاؤ جب تک کہ وہ ہو نہ جائے۔ اور دوسرے یہ کہ کام اختیار کرتے وقت پوری احتیاط سے کام لو۔ وہ کام اپنے یا دوسروں کے ذمہ نہ لگاؤ جو تم جانتے ہو کہ نہیں کر سکتے۔ اور جب اِس امر کا اطمینان کر لو کہ کام اچھا ہے اور تم کر سکتے ہو تو پھر خود اسے کرنے سے مت جھجکو پھر جب یہ دیکھو کہ کام ضروری ہے مگر تمہارا نفس کہتا ہے کہ تم اسے کر نہیں سکتے تو اپنے نفس سے کہو کہ تُو جھوٹا ہے اور غلط کہتا ہے یہ کام اللہ تعالیٰ ضرور کر دے گا اور پھر اسے شروع کر دو۔ جب ماں اپنے بچّہ کی ضرورتیں پوری کرتی ہے تو یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ خدا تعالیٰ اپنے دین کی ضرورت کو پورا نہ کرے۔ پس یہ دونوں پہلو اپنی زندگی میں مدِّ نظر رکھو تو پھر تکلیف میں نہیں پڑو گے اور کامیابی حاصل کر سکو گے۔

اہلُ اللہ کو غیر معمولی جرأت اور دلیری عطا کی جاتی ہے

مَیں نے ایک واقعہ اپنی زندگی کا کئی بار سُنایا ہے۔ اس وقت میری عمر صرف انیس سال تھی جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام فوت ہوئے ہیں۔ آپ کی بعض پیشگوئیوں کے ظاہری معنوں کے لحاظ سے اس وقت یہ سمجھا جاتا تھا کہ ابھی آپ فوت نہیں ہوں گے۔ جس وقت آپ کی وفات ہوئی ہے مَیں نے اپنے کانوں سے ایک شخص کو جو بعد میں مُرتد بھی ہو گیا تھا یہ کہتے سُنا کہ آپ پیشگوئیوں کے ماتحت فوت نہیں ہوئے۔ اس روز میری بڑی بیوی لاہور میں ہی اپنے میکے گئی ہوئی تھیں اور آپ کی ایسی حالت دیکھ کر مَیں ان کو لینے چلا گیا۔ جب مَیں واپس آیا تو آپ کے آخری سانس تھے اور اس وقت مَیں نے اپنے کانوں سے یہ الفاظ ایک شخص کے مُنہ سے سُنے۔ وہ کسی اَور سے بات کر رہا تھا۔ اس وقت مَیں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے سرہانے کھڑے ہو کر اللہ تعالیٰ سے یہ عہد کیا کہ اگر ساری جماعت بھی پھر جائے تو

اے خدا میں وہ تعلیم جو تُو نے دے کر آپ کو مبعوث کیا تھا تن تنہا ساری دُنیا میں پھیلاؤں گا اور میں ہمیشہ اس بات پر فخر کرتا ہوں کہ ایسے وقت میں اللہ تعالیٰ نے یہ الفاظ میرے مُنہ سے کہلوا دئے۔ اس عمر میں اور ایسے حالات میں ایسی بات بالکل غیر معمولی ہے۔ جب قرآن و حدیث پڑھا جا رہا ہو اور ایسی باتیں ہو رہی ہوں اس وقت ایسی بات کہہ دینا کوئی غیر معمولی نہیں لیکن مصیبت کے وقت تو بڑی بڑی ہمت والے لوگ بھی ایک دوسرے سے گلے مِل مِل کر روتے ہیں۔ یہ وہ وقت نہیں تھا جب کوئی خوشی کے واقعات سُنا رہا ہو۔ ایسے واقعات سُنکر تو ایک نوجوان کے دل میں جوش پیدا ہو سکتا ہے اور وہ ایسی بات کہہ سکتا ہے لیکن وہ وقت ایسا تھا جب بظاہر ہمارے لئے دینی و دنیوی دونوں ٹھکانے ٹوٹ رہے تھے اور امید کی بجائے مایوسی کی گھٹائیں چھا رہی تھیں اس وقت میری زبان سے ایسا اقرار یقیناً اللہ تعالیٰ کے تصرّف کے ماتحت تھا۔ پس خدام الاحمدیہ اِس بات کو ہمیشہ یاد رکھیں کہ جب تک ہر ایک یہ نہ سمجھے کہ اِس کام کا ذمہ دار میں ہی ہوں اَور کوئی نہیں اس وقت تک کامیابی نہیں ہو سکتی۔ پس اپنے اندر یہ رُوح پیدا کرو اور پھر خدا تعالیٰ پر توکّل رکھو کہ وہ ہمیں کبھی ضائع نہیں کرے گا۔ میرا یہ ہمیشہ کا تجربہ ہے کہ جب یہ توکّل پیدا ہو جائے تو اللہ تعالیٰ ضرور کامیاب کر دیتا ہے۔ اس کے ساتھ کامیابی کے لئے دعائیں کرنا بھی ضروری ہے۔ اور جب دعا کرنے کے ساتھ یہ یقین ہو جائے کہ یہ قبول ہو گئی ہے تو وہ ضرور قبول ہو جاتی ہے۔ مجھے یاد ہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کا وقت جب قریب تھا تو مَیں کوٹھے کی چھت پر دعا کے لئے گیا۔ اس وقت مجھے شدید فکر اور غم بھی تھا مگر دعا کے لئے میرے اندر وہ جوش پیدا نہ ہوُا جس کے نتیجہ میں یہ یقین پیدا ہوتا کہ دعا قبول ہو گئی ہے۔ مَیں بہت دیر تک کوشش کرتا رہا مگر وہ حالت پیدا نہ ہوئی۔ اس پر مجھے خیال پیدا ہوُا کہ شاید میرے دل میں منافقت ہے کہ جس کی وجہ سے جوش دعا کے لئے پیدا نہیں ہوتا۔ اس پر مَیں نے اپنے لئے دعا شروع کی تو اس پر بہت جوش پیدا ہوُا اور اس وقت میرے دل میں یہ القاء ہوُا کہ اللہ تعالیٰ کا منشاء ہی نہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بارہ میں میری دعا قبول ہو اِس لئے وہ حالت پیدا نہیں ہوتی۔ تو دعا کے سا[تھ] ایسی کیفیت اگر پیدا ہو جائے کہ انسان سمجھے یہ دعا ضرور قبول ہو جائے گی تو وہ ضرور قبول ہو جاتی ہے انسان کو جب اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق پیدا ہو جائے اور وہ سمجھے کہ میری دعا وہ ضرور قبول کر[ے] تو انسان اور اللہ تعالیٰ کے درمیان ایک قسم کا وائرلیس کا سلسلہ قائم ہو جا[تا] ہے اور خدا تعالیٰ پر کامل توکّل کی وجہ سے دل اس سے ایسا پیوست ہو جاتا ہے کہ انسا[ن] کو پتہ لگ جاتا ہے کہ اس کی دُعا ضرور سُنی جائے گی۔ اور جب انسان اس مقام پر پہنچ جائے تو پھر سامانوں کی کم[ی] وغیرہ سے گھبراہٹ کی ضرورت نہیں ہوتی اللہ تعالیٰ اس کے لئے ظاہری اور باطنی دونوں قسم کے سامان خود بخ[ود] پیدا کر دیتا ہے۔

کامیابی کے لئے توکّل نہایت ضروری ہے

یہی مصری کا فتنہ جب شروع ہوا تو میرے دل میں ایک کرب تھا اور جماعت کے لوگوں میں بھی ایک ہیجان تھا کیونکہ وہ مدرسہ احمدیہ کا ہیڈ ماسٹر تھا۔ رات کو جب مَیں سویا تو مَیں نے خواب دیکھا کہ کوئی فرشتہ ہے یا انسان ہے وہ دوڑا ہوا میرے پاس آیا اور کہتا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے ہیں تب مَیں نے سمجھا کہ مجھے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی معیّت حاصل ہے اور اِس وجہ سے مجھے تکلیف میں دیکھ کر آپ برداشت نہیں کر سکے کہ مَیں اکیلا رہوں تب مَیں سمجھا کہ گو یہ بڑا آدمی ہے مگر مجھے اس سے گھبرانے کی ضرورت نہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑا کون ہو سکتا ہے۔ پس یاد رکھو کہ کامیابی کے لئے یہ چیز بہت ضروری ہے کہ خدا تعالیٰ پر توکّل ہو۔ پھر اس یقین کی ضرورت ہے کہ وہ ضرور میری مدد کرے گا۔ اور جو شخص یہ یقین رکھتا ہو کہ میرا خدا میرے ساتھ ہے اسے گھبرانے کی کیا ضرورت، اور اسے کسی انسان کی طرف سے ہمّت اور حوصلہ دلانے کی کیا ضرورت ہے۔ مَیں نے دیکھا ہے بعض نادان اپنی بیوقوفی کی وجہ سے ایسے مواقع پر مجھے حوصلہ دلاتے ہیں۔ یہ ایسی ہی بات ہے جیسے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بچّہ فوت ہوا تو آپؐ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ اس پر ایک نادان نے کہا یا رسول اللہ صبر کریں حالانکہ وہ بے صبری کی بات نہ تھی بلکہ ایک ترحّم کی کیفیت تھی جو بالکل اَور چیز ہے۔ اسی طرح مجھے یاد ہے جب میری بیوی امۃ الحی فوت ہوئیں تو بہت عرصہ تک یہ حالت تھی کہ مَیں جب ان کا ذکر کرتا تو میری آنکھوں میں آنسو آ جاتے۔ اس پر ایک شخص نے جو اَب تو مولوی ہے مگر اس وقت طالبِ علم تھا مجھے لکھا کہ آپ صبر سے کام لیں۔ مجھے خیال آیا کہ اِس بے چارہ کو کیا علم ہے کہ صبر کیا چیز ہے۔ اللہ تعالیٰ کے بندے اِس ترحّم کی کیفیت کے علاوہ ایسے دلیر ہوتے ہیں کہ ان کو کسی کی پرواہ نہیں ہوتی کیونکہ ان کو یقین ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے۔

میری طبیعت میں بچپن سے تبلیغ کا شوق ہے

غارِ ثور میں جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکرؓ کے ساتھ چھپے ہوئے تھے اور دشمن نے آکر اس کا احاطہ کر لیا تو حضرت ابوبکرؓ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا اس واقعہ میں دونوں کے عشق کا کیا عجیب نظارہ ہے۔ حضرت ابوبکرؓ اس لئے روئے کہ آپ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خیال تھا۔ آپؓ جانتے تھے کہ اگر پکڑے گئے تو میرا کیا ہے مَیں تو ایک عام آدمی ہوں لیکن اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی گزند پہنچا تو کیا ہو گا آپؐ کی ذات پر تو دین کا انحصار ہے اِس لئے آپ کا تمام حُزن اس وجہ سے تھا کہ دُنیا دین سے محروم رہ جائے گی۔ چنانچہ آپ نے اس وقت جو الفاظ کہے وہ یہی تھے کہ یا رسول اللہ اگر مَیں مارا گیا تو کیا ہے مَیں تو ایک عام آدمی ہوں۔ میرے جیسے پیدا ہوتے ہی رہتے ہیں لیکن آپؐ کی ذات پر تو دین کا انحصار ہے۔ یہ حُزن بالکل بے مثال ہے اور اس پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا جواب بھی بے مثال ہے۔ اس وقت کفار کو دشمنی تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے تھی اِس لئے اصل مصیبت آپؐ

کے لئے تھی۔ حضرت ابوبکرؓ سے کفار کو کوئی ذاتی دشمنی نہ تھی ان کو تو شاید وہ چھوڑ بھی دیتے اِس لئے اگر ذاتی غم ہوتا تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہوتا مگر حضرت ابوبکرؓ کی شان یہ ہے کہ آپؓ کہتے ہیں یا رسول اللہؐ مجھے اپنی ذات کا کوئی غم نہیں بلکہ آپؐ کا ہے۔ مگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان یہ ہے کہ گو اصل مصیبت آپؐ پر ہے مگر تسلّی حضرت ابوبکرؓ کو دیتے ہیں اور فرماتے ہیں لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا۔ جس پر تکالیف کا وقت ہے وہ دوسرے کو تسلّی دے رہا ہے اور اسے تسلّی دے رہا ہے جس پر مصیبت نہیں۔ گویا آپؐ کو یقین تھا کہ اللہ تعالیٰ اس مصیبت سے نجات دے گا۔ اور یہ یقین جب بندے کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حاصل ہو جائے تو پھر اس کی کامیابی کو کوئی نہیں روک سکتا۔

نوجوانوں کو جو ناکامیاں ہوتی ہیں اس کی ایک وجہ مَیں یہ بھی سمجھتا ہوں کہ ان کو خدا تعالیٰ پر ایسا یقین اور توکّل نہیں ہوتا اس لئے وہ لوگوں کی طرف دیکھتے ہیں اور کہتے ہیں لوگ مدد نہیں کرتے، لوگ چندہ نہیں دیتے۔ انکو جتنی امّید لوگوں سے ہوتی ہے اس کا اگر ہزارواں حصّہ بھی خدا تعالیٰ پر ہو تو وہ یقیناً کامیاب ہو جائیں۔ پس مَیں نوجوانوں کو نصیحت کرتا ہوں کہ وہ یہ یقین اور یہ توکّل اپنے اندر پیدا کریں۔

اِس کے بعد مَیں دعا کر دیتا ہوں دوست بھی دُعا کریں۔ پھر خدام الاحمدیہ والے شاید اپنی رپورٹ سُنائیں گے مَیں تو چلا جاؤں گا کیونکہ مجھے کام ہے مگر دوست بیٹھے رہیں۔ مَیں دُعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کو کامیاب کرے۔ لیکن یاد رکھیں کہ اصل بات وہی ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بیان فرمائی ہے کہ کامیابی کے لئے اِتقاء بہت ضروری چیز ہے۔ اِتقاء کے معنے بھی یہی ہیں کہ خدا تعالیٰ کو اپنی ڈھال بنا لینا اور یہی چیز ہمیں کامیاب کر سکتی ہے ورنہ اگر ہماری کامیابی کا انحصار دنیوی سامانوں اور تدبیروں پر ہو تو پھر تو جب یہ سامان پورے ہوں گے اسی وقت کامیابی نصیب ہوگی اور ان سامانوں کے لئے تو صدیاں درکار ہوں گی لیکن اگر خدا تعالیٰ پر توکّل ہو تو وہ آج بھی ویسا ہی طاقتور ہے جیسا صدیوں بعد ہوگا اور وہ آج بھی ہمیں کامیاب کر سکتا ہے۔ اِس لئے دوست دُعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ہمارے اندر صحیح توکّل پیدا کرے۔ ہمارے دماغوں میں صحیح روشنی پیدا کرے اور عمل کی توفیق دے اور پھر ہمارے عمل کی نسبت سے بہت زیادہ اچھے اور زیادہ شاندار نتائج پیدا کرے۔

تقوٰی کے معنی ہیں
خدا تعالیٰ کو
اپنی ڈھال بنا لینا

شہادت عشق کا پہلا قرینہ ہے

جہاں سے چھٹ ہی جائے گا اندھیرا ۔ احمدی مسلم
خدا حافظ خدا ناصر ہے تیرا ۔ احمدی مسلم

تجھے کانٹوں بھری راہوں پہ چلنا ہے ۔ یہ لکھا ہے ✤ یہ کاروبارِ غم کچھ دیر چلنا ہے ۔ یہ لکھا ہے
مگر اک بار پھر سب کچھ بدلنا ہے ۔ یہ لکھا ہے ✤ ترے آگے ترا گھر بار جلنا ہے ۔ یہ لکھا ہے

دُعا بس رات دن ہے کام تیرا ۔ احمدی مسلم
خدا حافظ خدا ناصر ہے تیرا ۔ احمدی مسلم

شہادت عشق کا پہلا قرینہ ہے ۔ یہ لکھا ہے ✤ یہ پیالہ زہر کا تو ہنس کے پینا ہے ۔ یہ لکھا ہے
خدا کی راہ میں مرنا ہی جینا ہے ۔ یہ لکھا ہے ✤ شہادت زندگی کا پہلا زینہ ہے ۔ یہ لکھا ہے

کہ شب کے بعد آتا ہے سویرا ۔ احمدی مسلم
خدا حافظ خدا ناصر ہے تیرا ۔ احمدی مسلم

ترے ایمان پر فتوے لگائے جائیں گے پیہم ✤ کئی جھنجھٹ کئی فتنے اُٹھائے جائیں گے پیہم
یہ لکھا ہے کہ پھر "ایوان"[1] ہلائے جائیں گے پیہم ✤ سمندر خونِ ناحق کے بہائے جائیں گے پیہم

کہ توڑا جائے گا شیطاں کا گھیرا ۔ احمدی مسلم
خدا حافظ خدا ناصر ہے تیرا ۔ احمدی مسلم

زمانے کو دکھائی جائے گی تیری صداقت بھی ✤ یہیں اَب کام آئے گی تری شب کی عبادت بھی
تو جس کا ہے اُسی کا کام ہے تیری حفاظت بھی ✤ زباں پر اَب تری آئے نہ اِک حرفِ شکایت بھی

نہیں ہرگز نہیں تیرا بکھیڑا ۔ احمدی مسلم
خدا حافظ خدا ناصر ہے تیرا ۔ احمدی مسلم

محمد رفیع رضا
دار العلوم غربی ۔ ربوہ

[1] "تزلزل در ایوانِ کسریٰ افتاد" الہام کی طرف اشارہ ہے ✤

بَرِّقَ طِفْلِی بَشِیْرٌ

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب کی خدا نما زندگی

جنابِ صفدر حسین عباسی - استاذ الجامعہ - ربوہ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی لمبی عمر پانے والی مبشّر اولاد میں سے سیّدنا حضرت مصلح موعود مرزا بشیر الدین محمود احمد رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب کا نام لوحِ ذہن پر اُبھرتا ہے۔ آپ کی زندگی کا ہر لمحہ اللہ اور اس کے دین کی خاطر صَرف ہوا اور حیاتِ جاوید کے وارث بنے۔ بچپن میں ایک دفعہ آپ کی آنکھیں دُکھنے لگیں اور یہ تکلیف اتنی لمبی ہوئی کہ کئی سال گذر گئے۔ آپ کی پلکوں کے کنارے سُرخ اور موٹے رہتے تھے اور آنکھوں سے پانی بہتا رہتا تھا۔ بہت علاج کروایا گیا لیکن کچھ فائدہ نہ ہوا۔ آخر مسیحِ پاکؑ کو الہام ہوا:-

"بَرِّقَ طِفْلِی بَشِیْرٌ
یعنی میرے لڑکے بشیر احمد کی آنکھیں
اچھی ہو گئیں۔" (تذکرہ صفحہ ۳۳۳)

حضرت ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحبؓ کی مزید روایت یہ ہے کہ "اس الہام کے بعد ایک دوا بھی کسی نے بتائی وہ استعمال کرائی گئی اور خدا کے فضل سے آنکھیں بالکل صاف اور تندرست ہو گئیں۔ میر صاحبؓ بیان فرماتے ہیں کہ اس کے بعد اکثر اوقات جب حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ حضرت صاحبؑ کے پاس جاتے تو آپ محبت کے انداز میں فرماتے کہ بَرِّقَ طِفْلِی بَشِیْرٌ میرے بچے بشیر کی آنکھیں روشن ہو گئی ہیں۔" (سیرۃ المہدی حصہ سوم صفحہ ۴۳)

حضرت قمر الانبیاء اس الہام کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:-

"میری ظاہری آنکھیں تو بیشک صاف اور تندرست ہو گئیں اور میں نے خدا کے فضل سے حصہ پالیا اور میں اس کا شکر گزار ہوں لیکن اگر خدا کی یہ بشارت صرف ظاہر تک محدود تھی تو خدا کی شان کے لحاظ سے یہ کوئی خاص لطف کی بات نہیں اور اُس کے فضل کی تکمیل کا یہ تقاضا ہے کہ جس طرح ظاہر کی آنکھیں روشن ہوئیں اسی طرح دل کی آنکھیں بھی روشن ہوں اور خدائی الہام میں تو آنکھوں کا لفظ بھی نہیں ہے۔ پس اے میرے آقا! میں تیرے فضل پر امید رکھتا ہوں کہ جب میرے لئے تیرے دربار کی حاضری کا وقت آئے تو میری ظاہری آنکھوں کے ساتھ دل کی آنکھیں بھی روشن ہوں۔ نہیں بلکہ جیسا کہ تیرے کلام میں اشارہ ہے میرا ہر ذرہ روشن ہو کر تیرے قدموں پر ہمیشہ کے لئے گر جائے۔"

(سیرۃ المہدی جلد سوم صفحہ ۴۳)

اللہ نے اپنے اِس محبوب بندہ کی خواہش کے مطابق اس کی ظاہری آنکھوں کے ساتھ رُوحانی آنکھوں کو جلا اور بصیرت بخشی تھی اور آپ کا بچپن، جوانی اور بڑھاپا غرض زندگی کا ہر دَور اس انعامِ عظیم کا مُنہ بولتا ثبوت ہے اور یہ بشارات آپ کی پیدائش سے قبل ہی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو دی گئی تھیں۔ آپ کی ولادت سے قبل حضورؑ کو یہ الہامات ہوئے :۔

"یأتی قمر الانبیاء و امرك یتأتّٰی۔ یسرّ اللّٰہ وجهك و ینیر برهانك۔ سیولد لك الولد ویُدنیٰ منك الفضل انّ نوری قریبٌ۔ یعنی نبیوں کا چاند آئے گا اور تیرا کام تجھے حاصل ہو جائیگا۔ خدا تیرے مُنہ کو بشاش کر دے گا اور تیرے بُرہان کو روشن کر دے گا اور تجھے ایک بیٹا عطا ہو گا اور فضل تجھ سے قریب کیا جائے گا اور میرا نور نزدیک ہے۔"

(آئینہ کمالاتِ اسلام صـ ۲۶۶، ۲۶۷)

اور پھر اس آنے والے فضل اور نور سے متعلق اِن الفاظ میں بھی مژدہ سُنایا کہ

"یجیئُ الحق ویُکشف الصّدق ویخسر الخاسرون یأتی قمر الانبیاء و امرك یتأتّٰی اِنّ ربّك فعّالٌ لّما یُرید یعنی حق ظاہر ہو گا اور صدق کُھل جائے گا اور جنھوں نے بدظنّیوں سے زیاں اُٹھایا وہ ذلّت و رُسوائی کا زیاں بھی اُٹھائیں گے۔ نبیوں کا چاند آئے گا اور تیرا کام ظاہر ہو جائے گا اور تیرا رب جو چاہتا ہے کرتا ہے۔" (آئینہ کمالاتِ اسلام صـ ۳۵۵)

اِس عظیم الشان پیشگوئی کے ٹھیک چار مہینے دس دن بعد ۲۰ر اپریل ۱۸۹۳ء کو بعد طلوعِ آفتاب یہ عظیم انسان خداداد فضلوں کے ساتھ تدبّر و تفکّر کے رتھ پر سوار مسیح الزمان کے آنگن میں اُترا۔ آپ کا بچپن سنہرا بچپن تھا جس کی حسین وادی میں کھلے ہوئے پھُول آج بھی ذہنوں کے لئے تر و تازگی کا سامان مہیّا کرتے ہیں۔ آئیے ایسے ہی چند پھُولوں کو قریب سے دیکھیں۔ آپ بیان کرتے ہیں کہ

"حضرت مسیح موعود علیہ السلام بعض اوقات گھر میں بچّوں کو بعض کہانیاں بھی سُنایا کرتے تھے۔ چنانچہ ایک بُرے بھلے کی کہانی بھی آپ عموماً سُناتے تھے جس کا خلاصہ یہ تھا کہ ایک بُرا آدمی تھا اور ایک اچھا آدمی تھا اور دونوں نے اپنے رنگ میں کام کئے اور آخر کار بُرے آدمی کا انجام بُرا ہوُا اور اچھے کا اچھا۔"

(سیرۃ المہدی جلد اول صـ ۵۴)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کلام کو آپ نے بچپن سے ہی نہایت غور سے سُننا شروع کیا اور حضور کی دعاؤں سے آپ نے پورا پورا حصّہ پایا۔ آپ فرماتے ہیں :۔

"آج تک حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کی دعاؤں نے ہمارا اِس طرح ساتھ دیا ہے اور اللہ تعالیٰ کا فضل اِس طرح ہمارے شاملِ حال رہا ہے کہ اسکے متعلق مَیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الفاظ میں صرف یہی کہہ سکتا ہوں کہ

اگر ہر بال ہو جائے سخنور
تو پھر بھی شُکر ہے اِمکاں سے باہر"

(دُرِّ مکنون صـ ۹)

۱۹۰۶ء میں آپ کی عمر تیرہ سال تھی اور یہ وہ زمانہ ہوتا ہے کہ انسان کھیل کود میں بعض اوقات اخلاقیات کی حدوں کو عبور کر جاتا ہے مگر اس عمر میں بھی آپ کے اخلاق ایسے پاکیزہ تھے کہ میر شفیع احمد صاحب محقق دہلوی کی روایت ہے:۔

"ایک زمانہ میں حضرت میاں محمود احمد صاحب، میاں محمد اسحٰق صاحب اور میاں بشیر احمد صاحب تالاب کے کنارے بیڈمنٹن کھیلا کرتے تھے اور گو میں بچہ تھا مگر میری فطرت میں تحقیق کا مادہ تھا کھڑے ہو کر گھنٹوں دیکھتا کہ یہ لوگ کھیل میں گالی گلوچ یا جھوٹ یا فحش کلامی بھی کرتے ہیں یا نہیں مگر میں نے اُن حضرات کو دیکھا کہ کبھی کوئی جھگڑا نہ کرتے تھے حالانکہ کھیل میں اکثر جھگڑا ہو جایا کرتا ہے۔ اسی طرح اکثر دفعہ میں میاں بشیر احمد صاحب اور میاں شریف احمد صاحب کے ساتھ شکار کے لئے جایا کرتا تھا۔ دونوں حضرات کے پاس ایک ایک ہوائی بندوق ہؤا کرتی تھی اور پرندوں کا شکار کرتے تھے۔ ہر جگہ میرا یہ مقصد ہوتا تھا کہ میں دیکھوں کہ ان لوگوں کے اخلاق کیسے ہیں۔"

اس لمبی تحقیق کے بعد انہوں نے یہ نتیجہ نکالا کہ:۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مصاحب اور رشتہ دار اور اولاد ہر ایک اس قدر گہرے طور پر حضرت صاحب کے رنگ میں رنگین ہو گئے تھے کہ بے انتہا جستجو کے بعد بھی کوئی آدمی اُن میں کوئی عیب نہ نکال سکتا تھا۔"

(سیرۃ المہدی جلد ۳ صٓ ۲۳۸)

پھر جہاں آپ کا بچپن حسین یادوں سے پُر ہے

حضرت عمر بن عبد العزیز کا ایک واقعہ

"ایک مرتبہ ایک لونڈی آپ کو پنکھا جھلتے جھلتے سو گئی، آپ نے پنکھا اُس کے ہاتھ سے لے لیا اور اُسے جھلنے لگے۔ جب اُس کی آنکھ کھُلی تو خلیفہ کو پنکھا جھلتے دیکھ کر سخت شرمندہ ہوئی۔ آپ نے فرمایا کوئی بات نہیں تم بھی میری ہی طرح انسان ہو۔ جب مجھے گرمی لگ رہی تھی تو تم نے پنکھا جھل کر مجھے آرام پہنچایا اب تمہیں گرمی محسوس ہو رہی تھی تو میں پنکھا جھل رہا ہوں۔"

(احسن الکلام صٓ ۳۲۸)

وہاں آپ کی جوانی ایک نیا عزم، ہمت و جرأت اور اسلام کے لئے محبت و غیرت کا سبق دیتی ہے اور اسلام اور خدا تعالیٰ کی راہ میں قربانیوں پر اُبھارتی ہے اور آپ کے رگ و ریشہ سے یہ آواز بلند ہوتی ہے کہ:۔

> خواہش اگر کوئی ہے تو احمد کی ہے یہی
> اسلام پر ہی دے مجھے پروردگار موت

اور حُبِّ رسول میں مست ہو کر یہ نغمہ گاتے ہیں

> احمد یہی دعا ہے کہ روزِ جزا نصیب
> تجھ کو نبی کریمؐ کا قرب و جوار ہو

آپ کی زندگی ایک ایسا چمنستان ہے جہاں کھلے ہر پھول سے محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشبو روح کو تر و تازگی بخشتی ہے۔ فرماتے ہیں:۔

"ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی صحابیؓ

نے پوچھا تھا کہ یا رسول اللہ! قیامت کب آئے گی۔ آپؐ نے جواب دیا تم قیامت کے متعلق پوچھتے ہو کیا تم نے اسکے متعلق کوئی تیاری بھی کی ہے۔ اس نے عرض کیا یا رسول اللہ نماز روزہ وغیرہ کی تو چنداں تیاری نہیں مگر میرے دل میں خدا اور اُس کے رسول کی سچی محبت ہے۔ آپؐ نے فرمایا المرء مع من احبّ یعنی پھر تسلّی رکھو کہ انسان کو اپنی محبوب ہستیوں سے جُدا نہیں کیا جائے گا۔ یہ حدیث بچپن سے لے کر میرے سامنے قطب ستارے کی طرح رہی ہے جس سے مَیں اپنے لئے رات کی تاریکیوں اور دن کی پریشانیوں میں رستہ پاتا رہا ہوں۔"

(الفضل ۲۰ مارچ ۱۹۵۹ء)

دُنیا دار انسان جب دل میں گھبراہٹ اور پریشانی اور رُوح میں ہیجان محسوس کرتا ہے تو فوراً دوا فروش کی طرف بھاگتا ہے کہ اُس سے دوا لے کر اس گھبراہٹ کو دُور کرے لیکن خدا تعالیٰ کے بندوں کو اگر کوئی پریشانی ہو تو اُس کے لئے حضرت قمر الانبیاء نے تین مجرب نسخے بیان فرمائے ہیں۔ فرماتے ہیں:-

"جب آپ کے دل میں گھبراہٹ پیدا ہو تو اُس کے لئے تین نسخے اختیار کیا کریں یعنی یا تو قرآن کریم کی تلاوت کیا کریں جو ہمارے آسمانی آقا کا بابرکت کلام اور سراسر رحمت ہے یا نماز میں دل کی تسلّی پانے کی کوشش کیا کریں جو گویا خالق و مخلوق کے درمیان ملاقات کا رنگ رکھتی ہے اور یا اپنے ماحول کو بدل کر ایسے پریشانی کے وقت میں کسی نیک اور صالح بندے یا بندی کے پاس کچھ وقت کے لئے بیٹھ جایا کریں لیکن بہرحال مایوس ہرگز نہ ہوں۔"

(الفضل ۲۱ اپریل ۱۹۶۰ء)

اور فرمایا کہ ہر ایک مخلص احمدی کے دل کی یہ آواز ہونی چاہیئے کہ اے خدا! ؎

"ہوں گنہگار مگر ہُوں تو ترا ہی بندہ
مجھ سے ناراض ترے صدقے مِری جان نہ ہو"

(الفضل ۱۷ دسمبر ۱۹۶۰ء)

اِسی محبتِ خداوندی اور عشقِ رسول و قرآن میں آپ نے دُنیاوی تعلیم کو لات ماری اور باوجود کالج کے ذہین ترین طالبِ علم ہونے کے آپ نے کالج چھوڑ کر خلیفۂ وقت کے قدموں میں دینی تعلیم کے حصول کے لئے سر رکھا اور حضرت خلیفہ اوّل رضی اللہ عنہ سے علم و معرفت کا فیضان پایا اور اسرار و حکم کے لعل و جواہر سے اپنی رُوح کو مزیّن کیا۔

قوم کے نوجوانوں کی اِصلاح کی آپ کو ازحد فکر دامنگیر رہتی تھی اِس سلسلہ میں جہاں آپ نے کثرت کے ساتھ مضامین لکھے وہاں آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت و سوانح سے متعلق "ہمارے آقاؐ" کے عنوان سے مضمون لکھا اور جو سیرۃ خاتم النبیّین کے نام سے کتابی صورت میں شائع ہُوا۔ اِس مضمون کا محرّک بھی وہ جذبہ تھا جس کا ذکر آپ یوں فرماتے ہیں کہ:-

"مسلمانوں کی اولاد سیزر اور سکندر اور نپولین کی سوانح عمریاں پڑھتی ہے اور اُن کے حالات سے واقف ہے مگر وہ جس نے تاریکی کے وقت اُٹھ کر دُنیا

میں اُجالا کر دیا اور گرمی کے وقت بادل بن کر رحمت کی بارشیں برسائیں اُس کے حالات سے بالکل ناواقف اور ناآشنا ہیں حالانکہ اُس کی بات بات میں ہزاروں علوم و فنون کے گنجینے مخفی ہیں اور اس کی ہر حرکت و سکون میں ہمارے لئے بے شمار سبق ہیں۔"

(ریویو اُردو جنوری ۱۹۱۹ء صد ۱۲)

اِسی طرح آپ نوجوانوں کو یہ دو نصیحتیں بھی فرمایا کرتے تھے کہ :-

"اُن کا علم ایک منجمد پتھر نہ ہو بلکہ ایک ترقی کرنے والی جاندار چیز ہو اور دوسرے اُن کے علم کے مجسمہ میں عمل کی رُوح ہو۔" (الفضل ۱۵ مئی ۱۹۵۱ء)

اور نوجوان علماء کو علمی اور تحقیقی مضامین لکھنے کی طرف ان خوبصورت الفاظ میں توجہ دلائی :۔

"اے احمدی نوجوانو! آؤ اور اس چمنستان کی وادیوں میں گھوم کر دُنیا کو نئے علوم سے روشناس کراؤ آؤ اور اسلام کی نشأۃِ ثانیہ کی تعمیر میں حصہ لے کر اقوامِ عالم کو علم و عرفان کے وہ خزانے عطا کرو کہ حجاز اور بغداد اور قرطبہ اور قدس اور مصر کی یادگاریں زندہ ہو جائیں۔" (الفضل ۲۶ دسمبر ۱۹۵۸ء)

اور فرمایا :-

"میرا احمدی نوجوانوں کے لئے یہ پیغام ہے کہ وہ دین کا علم سیکھیں اور پھر اس علم کو دلیری مگر حکمت اور موعظہ حسنہ کے رنگ میں اپنے عزیزوں اور دوستوں اور ہمسایوں تک پہنچائیں۔" (الفضل ۲۱ اپریل ۱۹۶۳ء)

العرض نوجوانوں کی زندگیوں کو سنوارنے کے لئے اور اُنہیں آسمان پر روشن ستاروں کی طرح چمکتا دیکھنے کے لئے ایک تڑپتی رُوح تھی جو آپ کے سینہ میں موجود تھی۔ ہمیشہ نوجوانوں کی اچھے کاموں میں حوصلہ افزائی فرماتے اور اُن میں جُراُت و ہمّت پیدا کرنے کے لئے کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کرتے تھے۔

آپ علم و فضل اور زُہد و اِتقاء کے اعلیٰ مقام پر فائز تھے لیکن اس کے باوجود آپ کی طبیعت میں حد درجہ انکساری پائی جاتی تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرح ہمیشہ آپ کی زبان پر یہ فقرہ جاری رہتا تھا کہ لا لی ولا علیّ کہ یا اللہ! مَیں اپنے اعمال کے لحاظ سے کسی اجر کا تو مستحق نہیں ہاں یہ اِلتجا ضرور کرتا ہوں کہ مجھے

حضرت اُمّ المؤمنین رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ :-

"ایک دفعہ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ اور حکیم فضل الدین صاحب بھیروی نے آپؑ سے قرض لیا۔ مولوی صاحب (حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ) نے جب قرض کا روپیہ واپس بھیجا تو آپؑ نے واپس فرما دیا اور کہلا بھیجا کہ آپ ہمارے روپے کو اپنے روپے سے الگ سمجھتے ہیں۔ مولوی صاحب نے اُسی وقت حکیم فضل الدین صاحب کو کہلا بھیجا کہ مَیں یہ غلطی کر کے جھاڑ کھا چکا ہوں دیکھنا تم روپیہ واپس نہ بھیجنا۔" (سیرۃ المہدی جلد اوّل صد ۳۸)

عذاب سے بچانا۔

مکرم شیخ محمد اسمٰعیل صاحب پانی پتی بیان کرتے ہیں کہ:۔

"ایک مرتبہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز شاید ڈلہوزی تشریف لے جا رہے تھے اور احباب جماعت قادیان میں مسجد مبارک کے نیچے سڑک پر ملاقات اور مصافحہ کے انتظار میں مختلف لائنوں میں کھڑے تھے۔ درمیان میں مسجد مبارک کی سیڑھیوں کے نیچے لیٹر بکس کے پاس کار حضور کو لے جانے کے لئے کھڑی تھی حضور کو مسجد مبارک کی کھڑکی میں سے آکر اور سیڑھیوں میں سے اُتر کر کار میں سوار ہونا تھا۔ اتنے میں حضور کے تشریف لانے سے پہلے حضرت میاں صاحب رضؓ مسجد مبارک کی سیڑھیوں سے اُتر کر تشریف لائے اور کار کے پاس کھڑے ہو گئے مگر دو منٹ کے بعد آپ نے فرمایا کہ "جب میں سب سے آخر میں آیا ہوں تو سب سے آگے کھڑے ہو کر مجھے مصافحہ کرنے کا کیا حق ہے؟" یہ فرما کر آپ ہجوم کو آہستہ سے ہٹاتے ہوئے سب سے آخری قطار میں میرے پاس آکر کھڑے ہو گئے اور میں آپ کے اس انکسار کو دیکھ کر حیران رہ گیا۔"

(ماہنامہ الفرقان قمر الانبیاء نمبر صفحہ ۳۲)

اُس عظیم انسان کی انکساری و عاجزی کا یہ رنگ بھی کتنا ہی پیارا ہے۔ فرماتے ہیں:۔

"میں جب اپنے نفس میں نگاہ کرتا ہوں تو شرم کی وجہ سے پانی پانی ہو جاتا ہوں کہ خدا تعالیٰ ہمارے جیسے کمزور انسان کی پیدائش کو بھی بشارت کے قابل خیال کرتا ہے۔ پھر اس وقت اس کے سوا سارا فلسفہ بھول جاتا ہوں کہ خدا کے فضل کے ہاتھ کو کون روک سکتا ہے۔ اللّٰھم لا مانع لما اعطیت و لا معطی لما منعت۔"

(سیرۃ المہدی جلد سوم صفحہ ۳۰، ۳۱)

اسی طرح ایک اور موقع پر فرمایا:۔

"یہ خاکسار حضرت مسیح موعود کے گھر میں پیدا ہوا اور یہ خدا کی ایک عظیم الشان نعمت ہے جس کے شکریہ کے لئے میری زبان میں طاقت نہیں۔ بلکہ حق یہ ہے کہ میرے دل میں اس شکریہ کے تصوّر تک کی گنجائش نہیں۔"

(سیرتِ طیبہ صفحہ ۲۸)

پھر اُسوۂ رسول ؐ کی پیروی اور متواضعانہ طبیعت کا یہ رنگ بھی کتنا انوکھا ہے۔ حضرت صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب (خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز) فرماتے ہیں:۔

"سُنّتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کا آپ کو اس قدر اہتمام تھا کہ باریک در باریک پہلو بھی نظر انداز نہیں فرماتے تھے۔ کیا بلحاظ رحم، کیا بلحاظ عدل اور کیا بلحاظ مساواتِ اسلامی ہر اس روش پر سے ہو کر گزرتے رہے جس پر کبھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے عشاق کا قافلہ گذرا تھا۔ اپنے خادموں پر ایسی شفقت تھی اور اُن کے مقام کو ایسا اُٹھاتے تھے کہ وہ برابر کُرسیوں اور پلنگوں پر بیٹھتے تھے یہاں تک کہ گھر کے بعض افراد کبھی شکوے کے رنگ میں یہ کہہ دیتے تھے کہ میاں صاحبؓ نے نرمی کر کر کے نوکروں کا دماغ خراب کر دیا ہے۔ کوئی کہتا تھا کہ آپ کے نوکر بدتمیز ہو جاتے

ہیں مگر حضرت میاں صاحب نے کبھی ان امور کی پرواہ نہیں کی اور کبھی اُسوۂ رسول صلعم کی پیروی میں پریشان نہیں ہوئے۔ ایک دفعہ مجھ سے فرمایا کہ کبھی کبھی یہ بھی ہونا چاہیئے کہ نوکروں کو میز پر بٹھا کر مالک انہیں کھانا کھلائیں تا کہ نفس کے تکبّر کا کیڑا ہلاک ہو جائے۔ تکبّر سے شدید نفرت تھی اور طبیعت ایسی مُنکسر اور عاجز تھی کہ دیکھ کر حیرت ہوتی تھی۔ نوکر تو خیر نوکر ہیں آپ کے خادم بشیر نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک دفعہ قادیان کی ایک بوڑھی خاکروبہ سلام کے لئے حاضر ہوئی اور زمین پر بیٹھنے لگی تو آپ نے فرمایا اُٹھو کُرسی پر بیٹھو۔ اور وہ عورت جسے گھر کے ایک خادم کے سامنے بھی کُرسی پر بیٹھنے کی جُرأت نہیں ہوتی تھی اور جس کی ساری عمر خاک میں لتھڑے ہوئے گذری اُسے باصرار آپ نے کُرسی پر بٹھایا اور بشیر سے کہا کہ قادیان سے آئی ہے پُرانی خادمہ ہے اس کے لئے چائے لاؤ۔ لیکن اُس نے یہ کہہ کر کہ ابھی فلاں کے گھر سے چائے پی کر آئی ہوں معذرت پیش کر دی۔ پھر آپ بڑی ہمدردی سے کافی دیر تک اس کے حالات پُوچھتے رہے۔"

(خالد فروری ۱۹۶۴ء صہ ۳۴)

بچّوں سے آپ کو از حد پیار تھا ہر وقت اپنے گھر کی الماری میں اُن کے لئے گولیاں، ٹافیاں، غبارے، مُرمرہ، پھُلیاں اور سردیوں کے موسم میں چلغوزے اور خشک میوہ جات موجود رکھتے تھے۔ ہمارے آقا حضور ایدہ اللہ تعالیٰ آپ کی اِس پیاری عادت کے بارہ میں فرماتے ہیں:۔

"الماری کیا تھی گویا ایک چھوٹے بچّوں کی دلچسپی

اَخلاق دکھانے کا موقع

حضرت مولوی غلام حسین صاحب ڈنگوی بیان کرتے ہیں کہ:۔

"ایک دفعہ مجھے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ ریل میں سفر کرنے کا اتفاق نصیب ہوا۔ جیسا کہ عام لوگ ریل میں سوار ہو کر باہر سے آنے والے مسافروں سے تُرش رُوئی کے ساتھ پیش آتے ہیں اس وقت بھی بعض اصحاب نے یہ رویّہ اختیار کیا ان میں سے یہ ناچیز بھی تھا مگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مسافر کے لئے جگہ خالی کر دی اور مجھے یُوں مخاطب کیا کہ اَخلاق دکھانے کا یہی موقع ہے۔" (سیرۃ المہدی جلد سوم صہ ۱۱۷)

کی دُکان تھی البتہ اِس دُکان سے پیسوں کے نہیں بلکہ ہمیشہ محبّت اور شفقت اور معصُوم خوشیوں کے سَودے ہوا کرتے تھے بچّے بڑی کثرت سے عمّو صاحب کو "سلام" کرنے جاتے اور واپسی پر صرف سلامتی کی دُعا ہی نہیں بلکہ اپنی اشتہاء کی دَوا بھی لے کر لَوٹتے تھے۔

مَیں تو کچھ اِس بناء پر کہ گھر قریب تھا اور کچھ آپ کی خاص شفقت کے زعم میں اور کچھ اِس لئے بھی کہ مجھے اَور بچّوں سے کچھ زیادہ ہی بھُوک لگا کرتی تھی اکثر دن میں کئی کئی مرتبہ جاتا اور کبھی آپ کو اپنے سلاموں سے تنگ آتے نہیں دیکھا اور یہ بھی ایک

بلا مبالغہ حقیقت ہے کہ صرف یہی ایک وجہ میرے آنے جانے کی نہیں تھی۔ آپ کی مسلسل بے لوث محبت کی بناء پر مجھے آپ سے ایسا پیار ہو چکا تھا کہ بار بار آپ کے پاس آنے جانے کو جی چاہتا تھا۔ جہاں تک آپ کی عنایات کا تعلق ہے یہ تو ایک ایسا کنواں تھا کہ اگر پیاسے نہ آئیں تو خود پیاسوں کے پاس پہنچ جانے کا عادی تھا" (خالد۔ فروری ۱۹۶۴ء)

اُس عظیم انسان کی زندگی کا ہر ہر لمحہ اِس قابل ہے کہ اُسے بیان کیا جائے لیکن قلم میں اِتنی طاقت کہاں کہ وہ اُن تمام واقعات کو تحریر کی شکل دے سکے یہ چند واقعات تو سمندر سے چلّو بھر پانی نکالنے کے مترادف ہیں۔ آپ کی توحید پرستی، خدا تعالیٰ پر توکل اور اِتقاء، جرأت مندی اور سخاوت، ذہانت اور ذکاوت، انکسار اور تواضع کے حسین واقعات آنیوالی نسلوں کے ایمانوں کو ہمیشہ جِلا بخشتے رہیں گے۔ آپ وجیہہ تھے باوقار، صادق القول، صادق الوعد، غیور وحیادار تھے۔ آپ کے کلام میں اِس قدر جذب، کشش اور شوکت پائی جاتی تھی کہ سامعین ہمہ تن گوش ہو کر سُننے پر مجبور ہو جاتے تھے۔ آپ حق اور انصاف کی تائید کرنے میں عزیز سے عزیز رشتہ دار کی بھی پرواہ نہیں کرتے تھے۔ آپ نے جو اپنے پیچھے بیش قیمت لٹریچر چھوڑا ہے وہ رہتی دُنیا تک آنے والی نسلوں کی رُوحوں کی تازگی کا سامان فراہم کرتا رہے گا۔

ہمارا فرض یہ ہے کہ ہم بھی اپنے سینوں میں ویسی ہی تڑپ اسلام اور احمدیت کی ترقی کی پیدا کریں جیسی کہ اُس فرشتہ صفت انسان میں تھی اور اس سِلسلہ میں اپنی جدّوجُہد کو تیز سے تیز تر کر دیں کیونکہ قمر الانبیاء نے فرمایا تھا کہ :۔

"ظاہر ہے کہ موجودہ رفتار سے اسلام اور احمدیت کے عالمگیر غلبہ کا مقصد ہرگز حاصل نہیں ہو سکتا اِس لئے ایک طرف جماعت کی والہانہ جدّوجہد اور دوسری طرف خدا کی مُعجزہ نما نصرت کی ضرورت ہے مجھے اِس وقت بچپن کا ایک شعر یاد آرہا ہے جو مَیں نے جماعت کی موجودہ رفتار کے پیشِ نظر اپنی اوائل عمر میں کہا تھا ؎

سخت مشکل ہے کہ اِس چال سے منزل یہ کٹے
ہاں اگر ہو سکے پرواز کے پَر پیدا کر

سو دوست خدا سے دُعا کریں کہ وہ ہمیں دکھاوے کے پَر نہیں بلکہ پرواز کے پَر عطا کرے اور ہمارے ہاتھوں سے دُنیا میں اِسلام کا بول بالا ہو۔ ولا حول ولا قوۃ اِلّا باللہ العلی العظیم"۔

(تربیتی مضامین صد ۱۹)

تبصرہ

مطبوعاتِ احمد اکیڈمی

یہ مرکزِ سلسلہ ربوہ میں احمدی علماء کی قابلِ قدر علمی و دینی تصنیفات کو احباب کی خدمت میں پیش کرنے والا ادارہ ہے۔ اِس کی اب تک کی کاوشوں کا ماحصل مندرجہ ذیل گراں قدر تصنیفات ہیں جو ربوہ کے ہر بک سٹال سے دستیاب ہیں۔ احباب سے استفادہ کی درخواست ہے۔

- اسلامی نماز۔ از ملک سیف الرحمٰن صاحب مفتی سلسلہ احمدیہ
- امتحان پاس کرنے کے گُر۔ از حضرت مرزا بشیر احمد صاحب
- احمدیت کی امتیازی شان۔ از مولانا دوست محمد صاحب شاہد مورخِ احمدیت
- جماعتِ احمدیہ کی ملی خدمات۔ 〃 〃 〃 〃
- چودھویں صدی کی غیر معمولی اہمیت 〃 〃 〃 〃
- علم تعبیر الرؤیا اور اسکے عجائبات 〃 〃 〃 〃
- اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کا اسلامی تصور 〃 〃 〃
- کلام اللہ کا مرتبہ اور حضرت مصلح موعود 〃 〃 〃
- حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ 〃 〃 〃
- حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ 〃 〃 〃
- رُودِ چناب۔ پروفیسر ڈاکٹر نصیر احمد خان مرحوم
- درد کے شہر میں۔ پروفیسر مبارک احمد عابد
- سُورج کے ساتھ ساتھ۔ ڈاکٹر ناصر احمد پرویز پروازی

اسلام اور عیسائیت میں سرد جنگ

ایک تجزیہ

اسلام کا درد رکھنے والوں کیلئے ایک فکر انگیز مضمون

از مشتاق احمد صاحب شائق

فتنۂ تکفیر کی کرشمہ سازیوں کا آغاز

مدت مدید سے اہلِ اسلام کے لئے لمحۂ فکریہ رہا ہے اور ہر زمانہ میں یہ بارود مختلف شکلوں میں دُنیا میں مختلف جگہوں پر پھٹتا رہتا ہے اور اس کی چنگاریوں میں معزز ترین ہستیاں جن کے لئے ہر مسلمان کے دل میں بے حد عزت و تکریم ہے جُھلستی رہی ہیں۔ روزِ ازل سے سات ہزار سالوں کے کئی اَدوار گذر چکے ہیں اور ہر دَور کا اپنا آدم پیدا ہوتا رہا ہے۔ لیکن ہمارے موجودہ سات ہزار سالہ دَور کے حضرت آدم علیہ السلام کے زمانہ کے بعد آج تک مختلف اقوام میں خدا تعالیٰ کے پیغامبر اور مرسلین مبعوث ہوتے رہے ہیں جو اپنے وقت کے لوگوں کو عبادت، زُہد و تقویٰ اور رُشد و ہدایت کی تعلیم سے بہرہ ور کرتے رہے ہیں۔ اُن میں سے جہاں تک تاریخ کا تعلق ہے ہر ایک کے خلاف محاذ بنتا رہا ہے اور خدا تعالیٰ کے غضب بھی اُن محاذ بنانے والوں پر ہمیشہ مختلف طریقوں سے نازل ہوتے رہے ہیں نیکی اور بدی کی جنگ ہر زمانہ میں ہوتی رہی ہے اور خدا تعالیٰ کی برگزیدہ ہستیوں پر کفر کے فتووں کے علاوہ جس طرح اُن کا عرصۂ حیات مختلف النوع طریقوں سے تنگ کیا جاتا رہا ہے اُس سے تاریخ کے صفحات بھرے پڑے ہیں حضرت سرورِ کونین محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف کفار نے کون کون سے حربے استعمال نہ کئے لیکن آخر کار خدا کا یہ محبوب ترین رسولؐ دُنیا کو خدا کا گرویدہ بنانے میں نہ صرف کامیاب و کامران ہوا بلکہ اپنی حیاتِ طیّبہ کے دَوران ہی سارے عرب کا بادشاہ بن گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد خلفائے راشدینؓ پر جو مظالم ڈھائے گئے اور اُن کے بعد بھی یہ سلسلہ باقاعدہ جاری رہا۔ نیز اُن پر جس طرز سے کفر کے فتوے عائد کئے جاتے رہے اُن سب کا ذکر مولانا کوثر نیازی صاحب نے بڑی بیباکی کے ساتھ روزنامہ جنگ کراچی کی ۲۶ر مئی ۱۹۸۳ء کی اشاعت میں کیا ہے۔ لیکن سوال پیدا ہوتا ہے کہ آخر یہ سب کیوں ہوتا رہا ہے؟ اور آج بھی اپنے پورے زور شور سے مسلمانانِ عالم کے اندر ایک زبردست نزاع کی صورت کیوں قائم ہے؟ آخر وہ کونسا حربہ ہے جو ہر زمانہ میں موجود رہتا ہے اور جس کی وجہ سے اختلاف کی خلیج بجائے سُکڑنے کے بڑھتی ہی چلی جاتی ہے۔ دراصل یہ وہ جنگ ہے جو اسلام اور عیسائیت میں ایک مذہبی سرد جنگ کی حیثیت رکھتی ہے اور مختلف محاذوں پر عیسائیت کے علمبردار مختلف قسم کے حربوں سے اسلام

کے خلاف نبرد آزما رہتے ہیں۔ ہر قسم کی جنگوں کا یہ
قاعدہ ہوتا ہے کہ دشمن اپنے جاسوس اپنے حریف
کے علاقوں میں بھجواتا ہے۔ یا وہاں کے ایسے لوگوں
کو جو مختلف قسم کے آرام و آسائش یا دینی اور مادی
کمزوریوں سے دوچار ہوتے ہیں یا مالی مشکلات میں
مبتلا ہوتے ہیں اُنہیں خفیہ طور پر مختلف قسم کے لالچ
دے کر آہستہ آہستہ اپنا جال بچھانا شروع کر دیتا
ہے اور کم ظرف، کم مایہ اور کم عقل انسان بغیر مستقبل
کے نتائج کو جانچنے کے ایک سوچے سمجھے منصوبے کے
تحت مختلف جُبّے پہن کر اُن کی طرف سے دی گئی مراعات
حاصل کرنے کے لئے دشمن کی طنابوں میں اپنے آپ کو
جکڑتا جاتا ہے اور ایسے لوگ جونہی حرص و لالچ کی اس
دہلیز کو عبور کر جاتے ہیں کہ جہاں سے واپس لَوٹنا اُن
کے لئے خطرہ سے خالی نہیں ہوتا تو انہیں اپنے کرایہ
پر حاصل کرنے والے آقاؤں کی تلوار ہر وقت سروں
پر لٹکتی ہوئی نظر آتی ہے اور وہ جان لیتے ہیں کہ اگر
وہ ذرا بھی اُن کے دیئے ہوئے پروگرام سے باہر
نکلے تو اُن کی اور اُن کے اہل و عیال کی خیر نہیں۔ یہ
وہ لوگ ہوتے ہیں جن کو نہ پھر اپنے دین کی پرواہ ہوتی
ہے اور نہ ایمان کی۔ اُن کو ناموسِ رسول ؐ کا احساس
رہتا ہے اور نہ مذہب کے سُود و زیاں کا۔ اُن کو صرف
لالچ کی کشش اور آہنی زنجیر دشمن کے ہتھکنڈوں کو عملی
جامہ پہنانے پر مجبور کرتی رہتی ہے اور یہی وہ خطرناک
مقام ہے جسے منافقت کہا جاتا ہے اور جس کا ذکر
قرآن حکیم میں ایک دفعہ نہیں سینکڑوں دفعہ آتا ہے

اِسی لئے خدا تعالیٰ نے قدم قدم پر خبردار کیا ہے کہ
اِن سے بچ کر رہو کیونکہ اِن کا ظاہر کچھ ہے تو باطن
کچھ اَور۔ ایسے منافقین ہر زمانہ میں مختلف لبادے
پہن کر سرِ عام دندناتے پھرتے ہیں۔ اُن کے پیچھے
اسلام کے دشمنوں کی ایک پُوری یلغار کام کر رہی ہوتی
ہے۔ اُن کا روپیہ کام کر رہا ہوتا ہے۔ اسلام کے
خلاف اُن کی منصوبہ بندی دُنیا کی تمام مسلمان حکومتوں
کے خلاف کام کر رہی ہوتی ہے اور ایسے ہی لوگوں
کی مدد سے استعماری طاقتیں مسلمان کو مسلمان
کے خلاف لڑانے میں کامیاب ہو جاتی ہیں تاکہ اسلام
کے محافظین کو مختلف محاذوں پر شکست دی جا سکے
اور اِسلام سے اپنا پُرانا بدلہ لیا جائے لیکن ہم ہیں
کہ اِن تمام باتوں سے بے نیاز ہو کر اُن کی سازشوں
کی دَلدَل میں آہستہ آہستہ ایسے طور پر اُترتے اور
پھنستے چلے جاتے ہیں کہ جہاں سے نہ جائے رفتن نہ پائے ماندن۔
اور ہم جتنا اُس دَلدَل سے نکلنے کی کوشش کرتے ہیں اُتنا
ہی اَور اس میں دھنس جاتے ہیں۔ ایسے لوگ معدودے چند
ہوتے ہیں جو بظاہر اسلام کا دم بھرتے ہیں لیکن اندرونی
طور پر "ہز ماسٹرز وائس" کا کام کر رہے ہوتے ہیں۔
پھر اِنہی لوگوں کے ذریعہ ایسا لٹریچر جو نہ صرف
غیر اسلامی ہوتا ہے بلکہ شرمناک حد تک مسلمان نوجوان
نسل کو بے راہ روی کی طرف مائل کر کے اُن کو اسلام
سے آہستہ آہستہ دُور لے جاتا ہے لیکن سوال پیدا
ہوتا ہے کہ باوجود اِس کے کہ ہمیں اُن کا علم ہوتا ہے
پھر بھی ایسے لوگ اِس حد تک معاشرہ میں اپنا مقام

حاصل کر لیتے ہیں کہ وہ اپنے اثر و رسوخ سے اور اپنے عقب میں ایک خالص غیر اسلامی جتھے کے بل بوتے پر جو چاہتے ہیں کروانے میں کامیاب ہو جاتے ہیں اور ہمارے عوام اتنے سادہ لوح ہوتے ہیں کہ انکی چرب زبانی اور فصاحت و بلاغت پر مبنی کھوکھلی تقریروں سے جذباتی ہو کر اپنے مذہب یا فرقہ کے بچاؤ کی خاطر ہر قربانی دینے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں جو در اصل قربانی تو نہیں ہوتی البتہ اسلام میں مزید تفرقہ کا موجب ضرور ہوتا ہے اور اسی میں ان کے استعماری آقاؤں کا مقصود پنہاں ہوتا ہے۔ ایسے لوگوں کے لئے یہی مصرع جذبات کو انگیخت کرنے کے لئے کافی ہوتا ہے کہ ؎

اِسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

اسلام اور فرقہ وارانہ تعصب پھیلا کر قربانیاں کروانے والا یہ خطرناک گروہ معصوم انسانوں کو موت کے مُنہ میں جھونک کر خود تو پیچھے ہو جاتا ہے اور معصوموں کو شہادت کا درجہ دلانے والا یہ گروہ اپنے ماسٹرز کی گود میں رنگ رلیاں منانے میں مصروف ہو جاتا ہے یہ کہتے ہوئے کہ لیجئے سرکار! ہم نے آپ کا کام کر دیا لائیے ہمارا محنتانہ۔ مگر افسوس کہ سادہ لوح مسلمان اُن کے منافقانہ کردار سے بے خبر اور اُن کے افکار سے لاعلم ہو کر اُن کی راہنمائی میں ہر وہ کام کر گذرتا ہے جس کے نقصانات کا علم نقصان ہو جانے کے بعد ہی اُسے ہوتا ہے جس کے بعد بجز کفِ افسوس ملنے کے کوئی چارہ نہیں کہ ہائے مجھ سے یہ کیا ہو گیا؟

لہٰذا کفر و الحاد کی یہ سرد جنگ آج سے نہیں

نجی خط بے اجازت کھولنا ایک جرم ہے

ایک آریہ نے لالہ بشن داس کے خط چرا لئے حضرت مسیح موعودؑ اس کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"اُن خطوط میں کوئی بھی ایسی تحریر نہیں تھی جو اس سکھ یا اس کے یاروں سے کچھ تعلق رکھتی ہو بلکہ وہ صرف ایک حسابی معاملہ کے خطوط تھے جو فقط لالہ بشن داس کی ذات سے تعلق رکھتے تھے اور اسکے نج کے مطالب پر مشتمل تھے جن کا بے اجازت کھولنا بھی ایک جرم تھا....."

شحنۂ حق صؔ ۳۹ (روحانی خزائن جلد ۲ صؔ ۳۶۵)

صدیوں سے اِسلام کے خلاف جاری ہے۔ ہمارا دشمن مختلف محاذوں پر مختلف طریقوں سے حملے کرتا ہے اور جُونہی خدا کا کوئی برگزیدہ انسان مسلمانوں میں یکسوئی پیدا کرنے کی کوشش کرتا ہے اِسلام کا یہ مستقل دشمن مسلمانوں کے اندر ہی سے کمزور انسانوں کی مدد سے اُس کے نیک، پاک، صاف اور شفاف مقاصد کو ناکام بنانے کی کوشش میں مصروف ہو جاتا ہے۔ بعینہٖ ایسے حالات نے ۱۸۵۷ء کے بعد مسلمانانِ ہند کو اپنی لپیٹ میں لیا جس کے بعد اسلام پر ذلیل سے ذلیل قسم کے حملے ہوتے رہے حتّٰی کہ بانیٔ اِسلام سرورِ کونین خاتم الانبیاءؐ حضرت محمد مصطفٰے احمد مجتبٰی صلی اللہ علیہ وسلم پر اور آپؐ کی

ازواجِ مطہرات پر بھی ناپاک سے ناپاک حملے پے در پے
ہونے لگے لیکن کوئی نہ تھا جو اِن دشمنانِ اسلام کو
جواب دیتا جب تک کہ چودھویں صدی کے مصلح اعظم
مہدیٔ آخر الزماں حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی
علیہ السلام نے اِن معاندینِ اسلام کے خلاف قلمی
جہاد کا اعلان اور آغاز نہ کیا۔ انہوں نے نہ صرف
ہندوستان میں اسلام کے چہرہ کو روشن کرکے دکھایا
بلکہ ان کے ذریعہ اسلام کی مقدس کرنوں نے ہندوستان
کی حدود کو چیر کر برِّ اعظم یورپ، امریکہ اور افریقہ کو
بھی منوّر کر دیا۔ افریقہ کے جنگلوں میں جہاں عیسائیوں
نے اپنی دولت کے بَل بوتے پر وہاں کے لوگوں کو
عیسائی بنانا شروع کر دیا تھا۔ وہاں پر غربت تھی،
افلاس تھا، نہ علاج کے لئے ڈاکٹر میسّر نہ دوائیاں
خریدنے کی اُن میں سکت۔ لوگ دھڑا دھڑ عیسائیت
کی گود میں جانا شروع ہو گئے تھے۔ لیکن اب مہدیٔ
آخر الزماںؑ اور ان کے خلفاء نے افریقہ کے لوگوں
کو دھڑا دھڑ عیسائی ہوتے دیکھا تو قادیان کی گمنام
بستی سے اِسلام کے نور کی چادر میں لپٹے ہوئے مجاہدین
کو افریقہ کے گھنے جنگلوں میں جہاں کی زبان سے وہ
ناواقف تھے اور جہاں ان کے لئے کھانے اور رہائش
کا کوئی مناسب اِنتظام نہ تھا، بھجوایا تاکہ وہ اسلام
کا جھنڈا کفر کے قلب میں گاڑ دیں۔ اِن مجاہدین نے
اَن گنت صعوبتیں اپنے مذہب کے احیاء کے لئے
برداشت کیں۔ جنگلوں کے پتّے کھا کھا کر گذارہ کیا۔
انہیں ایسی ایسی مشکلات اور مصیبتوں کا سامنا کرنا
پڑا کہ اگر اُن کی وہ داستانیں آجکل کے نوجوان پڑھیں
اور سُنیں تو ورطۂ حیرت میں ڈوب جائیں اور اُن کی
عقلیں دَنگ رہ جائیں لیکن خدا کے وہ جانباز سپاہی
اپنے روحانی جرنیل کی راہنمائی میں عیسائیت کے قلعوں
کو یکے بعد دیگرے مسمار کرکے ان ممالک میں حضرت محمد
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جھنڈا گاڑنے میں کامیابیاں
حاصل کر رہے ہیں۔ کیونکہ افریقہ کے لوگوں نے جب
اِسلام کی تعلیم کو سُنا اور عملی طور پر دیکھا تو وہ فوج در
فوج اِسلام میں داخل ہونا شروع ہو گئے۔ سینکڑوں
کی تعداد میں نہیں ہزاروں اور لاکھوں کی تعداد میں
مسلمان ہوئے۔ جہاں گرجوں میں گھنٹیاں بجتی تھیں وہاں
پر مساجد میں اذانوں کی آوازیں گونجنے لگیں۔ ایسے حالات
میں ضروری تھا کہ اسلام کے دشمن پر اِس ضرب کاری کا
اثر ہوتا۔ اور یہ ایک قدرتی امر تھا کہ وہ کسی نہ کسی طریق
سے اس کا دفاع کرتا۔ چنانچہ اس نے وہ حربے استعمال
کئے جس سے کلمہ گو مسلمانوں کو یک جُنبشِ قلم غیر مسلم اور
کافر قرار دینے میں کامیاب ہو گیا۔ لیکن آخر کن کے ذریعہ
اپنے اُنہی ایجنٹوں کے ذریعہ جن کا مقصود کافروں کو
مسلمان بنانا نہ تھا بلکہ مسلمانوں کو کافر قرار دینا ان کا کام
تھا۔

اِسلام حکم دیتا ہے کہ تم لوگوں کو مسلمان بناؤ
لیکن وہ گروہ جو غیر مسلموں کو مسلمان بنانے میں تو کامیاب
نہیں ہو سکا تھا اس نے اِسی میں اپنی نیک نامی سمجھی کہ
بجائے اِس کے کہ غیر مسلموں میں تبلیغ کرکے ان کو مسلمان
بنائے اسے اپنے ماسٹرز (MASTERS) کی خوشیاں

پوری کرنے کے لئے یہ زیادہ آسان نظر آیا کہ کلمہ گو مسلمانوں کو ہی غیر مسلم قرار دلوا دو تاکہ وہ کامیابیاں جو اُن کو مغرب میں عیسائیت کے خلاف یکے بعد دیگرے حاصل ہو رہی ہیں اُس میں رکاوٹ پیدا ہو جائے۔ ہمارا دشمن ہمارے ہی گھر میں آگ لگانے میں کامیاب ہو گیا تا مسلمان اکٹھے ہی نہ ہو سکیں اور ایک دوسرے کے خلاف برسرِ پیکار رہیں۔ اُس نے ہماری طاقت کو توڑنے میں اپنے خیال سے کامیابی حاصل کر لی لیکن اُس کو کیا علم کہ اسلام کے یہ شیدائی کسی سیاسی جماعت کے کارندے نہیں بلکہ یہ اُس جماعت سے تعلق رکھتے ہیں جس کے بانی نے اپنے قلمی جہاد سے تثلیث کی زنجیروں کو کاٹتے ہوئے مذہب سے بھٹکے ہوئے انسانوں کے دلوں کو جذبۂ اسلام سے دوبارہ مزین کر دیا ہے اور عزم و ہمت کی ناقابلِ تسخیر چٹانوں پر اپنا نشیمن تعمیر کیا ہے۔

سو نہ صرف اہلِ پاکستان کے لئے بلکہ پورے عالمِ اسلام کے لئے ایک لمحۂ فکریہ ہے کہ وہ اِس امر پر ٹھنڈے دل سے غور کریں اور ہر اُس جماعت کو جس کا ہر ماننے والا لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کا کلمہ پڑھتا ہے۔ جو اُسی قبلہ کی طرف مُنہ کرکے نماز پڑھتا ہے اور اللہ اور اُس کے رسولؐ کی نہ صرف اطاعت کرتا ہے بلکہ دُنیا کے کناروں تک اُس کے سچے مذہب کے پرچار کے لئے تن، من، دھن کی بازی لگا کر ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی رُوح اپنے اندر موجزن پاتا ہے۔ کیا اِن باتوں کے باوجود تم اسے غیر مسلم ہی قرار دو گے؟

بہتر تحفہ

"ایک کنیز نے ایک پھول حضرت حسن علیہ السّلام کی خدمت میں پیش کیا۔ آپ نے قبول فرمایا اور کنیز کو اُسی وقت آزاد کر دیا۔ لوگوں نے دریافت کیا یا حضرت! کنیز کے اِس ناچیز تحفے کے عوض آپ نے اِتنے بڑے کرم کا اظہار کیوں فرمایا۔ ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب کوئی تمہیں ہدیہ دے تو تم اس سے بہتر ہدیہ اُسے دو۔"

(احسن الکلام ص ۳۲۴)

اے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے سچا پیار کرنے والے مسلمانو! دشمن کے اِن حربوں کو سمجھنے کی کوشش کرو۔ انہوں نے تمہیں ہر ملک میں ذلیل کیا ہُوا ہے۔ انہوں نے تمہیں اپنے مادی چنگلوں میں جکڑ رکھا ہے۔ انہوں نے تمہیں نفسیاتی، اقتصادی اور جنسی کششوں سے مرعوب کر رکھا ہے۔ اُنہوں نے مال و دولت دے دے کر تمہارے ذہنوں کو ہمیشہ کے لئے خرید لیا ہُوا ہے صرف اور صرف اِس لئے کہ وہ اِسلام پر فتح حاصل کرنا چاہتے ہیں تا وہ اپنا پُرانا بدلہ لے سکیں۔ کبھی وہ جماعتِ احمدیہ کے خلاف محاذ آرائی کرواتا ہے تو کبھی شیعہ اور سُنی مسلمانوں میں قتل و غارت کا بازار گرم کروا دیتا ہے۔ کبھی صیہونیت کو کامیاب کرنے کے لئے مسلمانوں کے خُون سے ہولی کھیلتا ہے

تو کبھی بیروت میں نہتے مسلمانوں، بچوں، عورتوں اور
بوڑھوں کو تہ تیغ کروا دیتا ہے صرف اس لئے کہ وہ
لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کا کلمہ پڑھتے
ہیں۔ کبھی وہ دور افتادہ آسام میں مسلمانوں کو مرواتا
ہے تو کبھی عراق و ایران کی جنگ کے ذریعہ مسلمانوں
کے تیل کے ذخائر کو تباہ کرواتا ہے۔ اور کبھی کسی مسلمان
ملک کے جوہری توانائی کے مرکز کو آنِ واحد میں نیست و
نابود کروانے میں کامیاب ہو جاتا ہے۔ مسلمان نہیں سمجھتا
کہ یہ سب کیوں ہو رہا ہے۔ اور اگر وہ سمجھتا ہے تو وہ
کسی نامعلوم مصلحت کی بناء پر کارروائی کرنے سے
خاموش ہے۔ اس سارے قضیہ کا ایک ہی حل ہے کہ ہم
تدبر اور فراست کے دامن کو تھامتے ہوئے اپنے
اندرونی مذہبی مسائل کو ٹھنڈے دل سے سوچ اور
سمجھ کر بغیر کسی تعصب کے اپنے اندر ایک انقلابی
تبدیلی پیدا کریں جس کی راہنمائی قرآن مجید پورے طور پر
کرتا ہے اور ایک ایسے انسان کو پہچاننے کی کوشش
کریں جسے اس زمانہ میں دنیا کی راہنمائی کے لئے آنا تھا
اُس مرکز کی طرف رجوع کریں جہاں سے صحیح اسلام کی روشنی
دنیا کو روز بروز منور کرتی چلی جارہی ہے اور جو اسلام
کے ذلیل دشمنوں کے حربوں کو خاک میں ملا دینے کی پوری
سکت رکھتا ہے اور جس کی وجہ سے آج مجاہدینِ اسلام
حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا جھنڈا دنیا کے کناروں
تک گاڑنے میں مصروفِ کار ہیں اور عیسائیت کے مراکز
کو مسمار کر کر کے قریہ قریہ اس مقدس علم کو گاڑتے چلے
جارہے ہیں۔ کتنے ہی افسوس کا مقام ہے کہ جب سپین کی
سرزمین پر ساڑھے سات سو سال کے بعد پھر سے اللہ اکبر
کی آواز گونجی تو بجائے اس کے کہ دنیائے اسلام خوشی
کے شادیانے بجاتی انہوں نے دشمنوں کے ہاتھوں کو
مضبوط کیا یہ کہہ کر "ہم نہیں چھاپیں گے ایسی خبر" جس سے
لوگوں کو علم ہو کہ سپین کے قصبے پیدروآباد میں مسجد
بشارت کے مینار سے پانچ وقت لوگوں کو اسلام کی طرف
بلایا جاتا ہے۔ آخر "سچے مسلمانوں" کو یہ خبر شاق کیوں گذری؟
کیوں اہلِ علم اور تدبر و فراست سے معمور لوگ ان باتوں
کا تجزیہ نہیں کرتے۔ کیوں وہ نیکوں اور بدوں میں تمیز
نہیں کرتے۔ کیوں اسلام کے دشمنوں کے چہروں سے
اُن کے پردے چاک نہیں کرتے۔ کہیں یہ سب اس لئے تو
نہیں کہ آج کا مسلمان صرف نام کا مسلمان ہے؟ کیا ہمارے
رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی یہی تعلیم تھی؟ لیکن اگر ہم کھلے
دل سے غور کریں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ مغرب پر اسلام
کا وہ پرانا حملہ جس کی پوری شدت کا احساس اہلِ مغرب کو
بیسویں صدی کے وسط میں ہوا وہ اتنا کامیاب ثابت ہو رہا
ہے کہ عیسائیت کا سورج آج نہیں تو کل ہمیشہ کیلئے انشاء اللہ
غروب ہو کر رہے گا اور اس کی جگہ اسلام کا چمکتا دمکتا ہوا
آفتاب احمدیت کے پرستاروں کے ہاتھوں دنیا کے کناروں تک
اپنی روشنی کو پھیلانے میں انشاء اللہ کامیاب و کامران ہو گا اور
اُس کی دنیا پر آسمانی سورج کبھی بھی غروب نہیں ہو گا۔ مولانا
کوثر نیازی صاحب کا یہ مضمون ذی عقل اور صحیح سوچ رکھنے والے
مسلمانوں کو ہوش میں لانے کیلئے ایک بہترین ذریعہ ہے تا لوگ نیک
اور بد میں امتیاز کرنے میں جلد از جلد کامیاب ہو جائیں اور جنہیں وہ
غیر مسلم سمجھتے ہیں اور جن پر کفر کا فتویٰ ثبت کر کے دشمن کا ساتھ دیتے ہیں

اخبار مجالس

آگے قدم بڑھائے جا!

مرتبہ محمود احمد شاد (معاون مدیر)

● **فیکٹری ایریا شاہدرہ۔ لاہور**

۲ نومبر ۱۹۸۳ء سے ایک مستقل تعلیمی کلاس کا اجرا کیا گیا ہے جس میں مختلف دینی مسائل سکھائے جاتے ہیں۔

۲ دسمبر ۱۹۸۳ء کو ایک تقریب تقسیم انعامات منعقد کی گئی اور علمی مقابلہ جات میں اول، دوم آنے والے خدام و اطفال کو انعامات دئے گئے۔

۹ دسمبر کو ایک ہنگامی اجلاس میں سابق قائد مجلس کے والد ماجد کی وفات پر قرار دادِ تعزیت پیش کی گئی۔

● **بشیر آباد ضلع حیدر آباد**

۸ دسمبر ۱۹۸۳ء کو ایک اجلاسِ عام ہوا جس میں ۵۳ خدام نے شرکت کی۔ ۹ دسمبر کو اجتماعی تہجد ادا کی گئی جس میں ۵۷ خدام و اطفال نے شرکت کی۔ شعبہ اصلاح و ارشاد کے تحت ۱۸۰ افراد کو لٹریچر دیا گیا اور ۹ دسمبر ۱۹۸۳ء کو ڈیڑھ گھنٹہ مثالی وقارِ عمل منعقد ہوا جس میں ۸۰ خدام و اطفال اور انصار شامل ہوئے۔

● **منڈی مرید کے**

۱۸ دسمبر ۱۹۸۳ء کو جلسہ سیرت النبیؐ منعقد ہوا جس میں آنحضورؐ کی سیرت کے موضوع پر تقاریر کی گئیں مستورات کے لئے پردہ کا الگ انتظام تھا۔

● **کوئٹہ**

دسمبر ۱۹۸۳ء میں شعبہ اصلاح و ارشاد کے تحت دو بیعتیں کرانے کی سعادت حاصل ہوئی۔ نیز دو مجالس مذاکرہ بھی منعقد کی گئیں۔ ۱۸ دسمبر کو زیر صدارت محترم شیخ محمد حنیف صاحب (امیر جماعت ہائے احمدیہ بلوچستان) جلسہ سیرۃ النبیؐ منعقد ہوا جس میں بکثرت خدام و اطفال نے شرکت کی۔

● **گوجرانوالہ**

۱۹ دسمبر ۱۹۸۳ء کو مسجد امیر پارک میں جلسہ سیرۃ النبیؐ منعقد کیا گیا جس میں ۱۱۵ احباب و خواتین شریک ہوئے۔ یہ جلسہ دو گھنٹے تک جاری رہا۔

● **ڈیرہ غازی خان**

۱۳ جنوری ۱۹۸۴ء کو تین گھنٹے کا ایک مثالی وقارِ عمل منعقد ہوا جس میں ۲۷ خدام شامل ہوئے اور پودوں کیلئے ۱۶۵ فٹ لمبی دو فٹ چوڑی اور ایک فٹ گہری نالی کھودی گئی۔

● **کھاریاں**

۱۳ جنوری ۱۹۸۴ء کو ایک مثالی وقارِ عمل منایا گیا جس میں ۳۰ خدام نے شرکت کی اور ایک برساتی نالے پر وقارِ عمل کیا نیز پانی کے نکاس کے لئے ایک چھوٹی نالی بنائی گئی۔

● **بستی رنداں ضلع ڈیرہ غازیخان**

۲۶ اور ۲۷ جنوری ۱۹۸۴ء کو ایک ایک اجلاسِ عام منعقد ہوا۔ ۲۷ جنوری کے اجلاس میں محترم مہتمم صاحب تربیت مرکزیہ نے شرکت فرمائی اور تقریر کی۔ نیز نماز جمعہ پڑھائی اس اجلاس میں دو قریبی مجالس بستی سہرانی اور محمود آباد کے

خدام بھی شریک ہوئے۔

● منڈی مریدکے

۲۹ جنوری ۱۹۸۴ء کو شعبہ اصلاح و ارشاد کے تحت ایک تبلیغی و تربیتی اجلاس منعقد ہوا جس میں ضلع شیخوپورہ کے مربیان شریک ہوئے اور تقاریر کیں۔ حاضرین میں ۶۴ احباب، ۲۸ خواتین اور گیارہ غیر از جماعت دوست شامل تھے۔ اجلاس بڑا کامیاب رہا۔

● مغلپورہ لاہور

۲۰ جنوری ۱۹۸۴ء کو حلقہ جاتی اجلاس ہوا۔ ۱۳ جنوری کو مثالی وقارِ عمل منایا گیا جس میں ۳۰ خدام اور ۲۲ اطفال نے ساڑھے تین گھنٹے تک وقارِ عمل کیا اور کُل ۲۷۰ فٹ لمبے اور ۹ فٹ چوڑے راستہ کی مرمّت کی۔ نیز ۲۵۷ فٹ لمبی سڑک کی صفائی کی۔

دوسرا مثالی وقارِ عمل ۲۱ جنوری کو منایا گیا جس میں مسجد احمدیہ گلشن پارک پر چھت ڈالی گئی۔ لینٹل کی لمبائی ۱۴ فٹ اور چوڑائی ۱۲ فٹ تھی۔ اِس وقارِ عمل میں ۱۸ خدام اور ۵ اطفال نے شرکت کی اور ساڑھے چار گھنٹے میں کام کیا۔ شعبہ اصلاح و ارشاد کی کوششوں سے دسمبر اور جنوری میں ۱۸ افراد جماعتِ احمدیہ میں شامل ہوئے۔ الحمد للّٰہ علیٰ ذٰلک۔ ۶ جنوری کو ناظمِ اصلاح و ارشاد اور محترم ڈاکٹر مرزا مشتاق احمد صاحب محمود بوٹی گاؤں گئے اور وہاں پر خدمتِ خلق کے ماتحت ۶۸ مریضوں کا مُفت علاج کیا۔ شعبہ تجنید کے تحت ۲۱ جنوری سے ۳۱ جنوری تک عشرہ تجنید منایا گیا۔ شعبہ تحریکِ جدید کے تحت وعدہ جات کی فہرست مکمل کی گئی چنانچہ ۲۴۶ خدام میں سے ۱۹۱ خدام تحریکِ جدید میں شامل ہوئے جن کے وعدہ جات کی کُل رقم ۲۱۱۴۵ روپے ہے۔

● لانڈھی کورنگی (کراچی)

ماہ جنوری میں ایک اجلاسِ عاملہ ہوا۔ نیز ۱۳ جنوری کو ایک مثالی وقارِ عمل کیا گیا جس میں ۲۷ خدام نے شرکت کی اور ایک گھنٹہ دس منٹ کام کیا۔

● دارالذکر فیصل آباد

۱۰ فروری ۱۹۸۴ء کو ایک مثالی وقارِ عمل منایا گیا جو کہ شہر سے ۵ میل کے فاصلہ پر واقع گاؤں چک ۱۲۱ ج۔ب گوکھووال کے قبرستان میں ہوا۔ ۷۶ خدام ۵۳ اطفال اور ۲۹ انصار نے شریک ہو کر قبرستان کے اندر گذرگاہ بنائی نیز گڑھے پُر کئے اور پودے وغیرہ لگائے۔ بعد ازاں وہاں ایک مختصر اجلاس بھی منعقد کیا گیا۔

● نوشہرہ چھاؤنی

۱۰ فروری ۱۹۸۴ء کو خدام و اطفال کا ایک مشترکہ اجلاسِ عام ہوا جس میں علمی مقابلہ جات بھی کروائے گئے اور مختلف موضوعات پر تقاریر بھی ہوئیں۔ اجلاس میں ۱۰ خدام اور ۱۲ اطفال نے شرکت کی۔

● حلقہ غازی آباد (مغلپورہ) لاہور

۱۰ فروری کو جلسہ سیرۃ النبیؐ منعقد ہوا جس میں ۱۰ غیر از جماعت دوستوں نے بھی شرکت کی۔ ۱۹ فروری کو جلسہ یومِ مصلح موعودؓ منعقد کیا گیا جس میں کُل ۱۱۳ افراد نے شرکت کی۔

● ڈیرہ غازیخاں

فروری میں جلسہ یومِ مصلح موعودؓ منعقد ہوا جس میں

۳۴۳ خدام، ۱۰ انصار، ۱۴ اطفال، ۱۷ لجنات اور ۶ ناصرات نے شرکت کی۔ اسی طرح ۱۷ فروری کو ایک وقارِ عمل کیا گیا جس میں ۱۵ خدام اور ۲ اطفال نے شرکت کی اور دو دو گھنٹے کام کیا۔

• **کھوکھر غربی ضلع گجرات**

جلسہ یوم مصلح موعود بڑے اہتمام سے منایا گیا جس میں ۷۰ کے قریب انصار، خدام اور اطفال نے شرکت کی۔

• **مورو ضلع نواب شاہ**

۲۲ فروری کو جلسہ یوم مصلح موعود منعقد ہوا جس میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی سیرت اور پیشگوئی مصلح موعود کے موضوعات پر تقاریر کی گئیں۔

• **ملتان**

قیادت کھاد فیکٹری ملتان کے زیرِ اہتمام ۲۴ فروری کو جلسہ یوم مصلح موعود منعقد ہوا جس میں ۵۵ احباب نے شرکت کی۔ شرکاء میں ۲۲ خدام، ۱۳ اطفال اور ۲۰ انصار شامل تھے۔

شعبہ وقارِ عمل

جنوری ۱۹۸۴ء میں نمایاں کارکردگی والی مجالس

کراچی:۔ اورنگی ٹاؤن۔ ڈرگ روڈ۔ سٹیل ٹاؤن۔ گلشن اقبال۔ مارٹن روڈ۔ لانڈھی کورنگی۔

حیدرآباد:۔ بشیر آباد۔ مبارک آباد۔ لطیف آباد۔

خیرپور:۔ محال پور۔ گوٹھ علی محمد۔ گوٹھ مولوی عبدالسلام عمر۔

ملتان:۔ گلگشت کالونی۔ خانیوال۔ کوٹھے والا۔

بہاولنگر:۔ شہر۔ چک ۱۶۶ مراد۔ چک 186/7-R۔

ہارون آباد۔ چک 223/9-R۔

رحیم یار خان:۔ چک 166/P گاگڑی۔ خان پور۔

شیخوپورہ:۔ شہر۔ منڈی مریدکے۔ نارنگ منڈی۔ چک ۴۵ مرڑ۔ کرتو۔ پٹیالہ دوست محمد۔ غازی اندرون۔ بیدادپور۔ شاہ کوٹ۔

لاہور:۔ مغلپورہ۔ دارالذکر۔ دہلی گیٹ۔ شاہدرہ ٹاؤن۔ باٹا پور۔ سلطان پورہ۔ گلبرگ۔ وحدت کالونی۔ سمن آباد۔ اسلامیہ پارک۔

اسلام آباد:۔ اسلام آباد غربی۔ پنڈ بیگوال۔

ٹوبہ ٹیک سنگھ:۔ چک ۴۳۳ ج۔ب۔ ۲۹۷ ج۔ب۔

جھنگ:۔ احمد نگر۔ لالیاں۔ گڑھ موڑ۔ ٹھٹھہ شریکا۔ چک 5/3-L۔ ککی نو۔

فیصل آباد:۔ دارالذکر۔ چک ۶۰ کھیم سنگھ۔ چک ۹۶ ر۔ب۔ چک ۲۰۳ ر۔ب۔ مانانوالہ۔ ۱۰۹ ر۔ب۔ مسعود آباد۔ ۷۶ ر۔ب۔ ستوکہ گڑھ۔

سرگودہا:۔ شہر۔ چک ۵۲ شمالی۔ ٹھٹھہ جوئیہ۔ چک منگلا۔

گوجرانوالہ:۔ سیٹیلائٹ ٹاؤن۔ کوٹ نیرا۔ راہوالی۔ تلونڈی موسیٰ خان۔ فیروزوالا۔ نوکھر۔ چک پٹھان۔ چک چٹھہ۔ وزیر آباد۔ گرمولا ورکاں۔

راولپنڈی:۔ صدر راولپنڈی۔ گوجرخان۔ ٹیکسلا۔ واہ کینٹ۔

سیالکوٹ:۔ کھیوہ باجوہ۔ مہدی پور کتھووالی۔ میاوی نانوں۔ کھرپا۔ بدوملہی۔

گجرات:۔ شادیوال۔ شیخ پور۔ کھوکھر غربی۔ فتح پور۔

قصور:۔ دھوپ سڑی۔ چک ۶۴۔ کھرپڑ۔ مصطفےٰ آباد۔ پتوکی۔ بھلیر۔ قصور شہر۔

لاڑکانہ :- مسن باڑہ - لاڑکانہ شہر - گوریج - بیٹھوارو -
تھرپارکر :- ناصر آباد فارم - پھیرو چیچی - گوٹھ علم دین -
حسن رند - نصرت آباد -
جہلم :- جہلم شہر - کالا گوجراں -
نواب شاہ :- مورو - بھریا روڈ -
دادو :- گوندل فارم - کوٹڑی -
بدین :- گلارچی - چک ۵ احمد آباد - کوٹ احمدیاں -
متفرق :- ربوہ - ڈیرہ غازی خاں شہر - سکار پور سندھ
جنوبی ضلع مظفر گڑھ - میرا بھڑکا - میرپور A-K - میرک
ضلع اوکاڑہ - ڈیرہ چانن - جوئیہ - خوشاب - کوٹ مٹھن شریف
راجن پور - چک $\frac{63}{D\text{-}B}$ بہاولپور - لیہ شہر - مردان شہر -
بھکو شہر - روہڑی ضلع سکھر - (مہتمم وقارِ عمل)

نمایاں پوزیشن لینے والی مجالس خدام الاحمدیہ

سیدنا حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے کارکردگی کے لحاظ سے سال ۸۳-۱۹۸۲ء کے دوران نمایاں پوزیشن لینے والی مجالس خدام الاحمدیہ کے قائدین کو جلسہ سالانہ ۱۹۸۳ء کے موقع پر ازراہِ شفقت مندرجہ ذیل انعامات سے نوازا :-

اوّل :- حضور نے مکرم مقصود احمد صاحب قائد مجلس دارالذکر فیصل آباد کو پاکستان بھر کی مجالس میں اوّل آنے پر خلافت جوبلی علمِ انعامی اور سندِ خوشنودی عطا فرمائی -

دوم :- مکرم سید خالد احمد صاحب مہتمم مقامی کو مجلس ربوہ کے دوم آنے پر سندِ خوشنودی عطا فرمائی -

سوم :- مکرم مبارک احمد صاحب چیمہ قائد مجلس بھرگو وہا شہر کو سوم آنے پر سندِ خوشنودی عطا فرمائی -

---

مجالس ممالکِ بیرون میں کارکردگی کے لحاظ سے مجلس خدام الاحمدیہ مغربی جرمنی اوّل قرار پائی اور حضور نے مکرم عبداللہ واگس ہاؤزر صاحب نیشنل قائد کو سندِ خوشنودی اور انعامی شیلڈ مرحمت فرمائی -

اللہ تعالیٰ ان چاروں مجالس کے لئے یہ اعزازات مبارک کرے - آمین

خاکسار
نذیر احمد خادم
معتمد مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ

یونس ڈینٹل کلینک
بیمار دانتوں کا علاج کیا جاتا ہے۔ نئے دانت لگائے جاتے ہیں۔ سادہ، چاندی اور سونے کے دانتوں کی صفائی کا معقول انتظام ہے۔ ہر طرح کی تکلیف کے لئے یاد رکھیں۔
ڈاکٹر محمد یونس چوہدری
یونس کلینک
نزد آصف سکول۔ Mc 507۔ گرین ٹاؤن بالمقابل سٹار گیٹ۔ کراچی 43۔
رابطہ کے لئے
فون نمبر ۵۱۵۷۶۲